بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیمت فی جلد عمر

بسم اللہ

دیوان حسرت موہانی

جس میں سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوئے معلی سابق علی گڑھ
حال کانپور کے کلیات حصہ اول۔ دوم۔ سوم۔ وچہارم کی جملہ بہترین
غزلوں کے کل منتخب اشعار درج ہیں

از ۱۹۰۳ء تا ۱۹۱۸ء

رئیس المطابع واقع کانپور میں چھپا

اور دفتر اردوئے معلی کانپور سے شائع ہوا

۱۹۳۰

قیمت فی جلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوئے سپاس کا — جبکہ صفات یار میں دخل ہو نہ قیاس کا
عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہان بیخودی — جان خزینہ بن گئی حیرت بے قیاس کا
رونق پیرہن ہوئی خوبیٔ جسم نازنیں — اور بھی شوخ ہو گیا رنگ ترے لباس کا
لطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں — قلب گناہ گار میں نام نہیں ہراس کا
طے نہ کسی سے ہو سکا تیرے سوا معاملہ — جان امیدوار کا حسرت محو یاس کا

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا — کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا
بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بیتابیاں — ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا
عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلوں میں مرتبے — مہر ذروں کو کیا قطروں کو دریا کر دیا
کیوں نہ ہوں تیری محبت سے منور جان و دل — شمع جب روشن ہوئی گھر میں اجالا کر دیا
سب غلط کہتے تھے لطف یار کو وجہ سکوں — درد دل اس نے تو حسرت اور دونا کر دیا

رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا — طرفہ عالم ہے ترے حسن کی بیداری کا
مایۂ عشرت بیحد ہے غم قید وفا — میں نے سمجھا بھی نہیں رنج گرفتاری کا
جور بے حد سے ترے شان توجہ پیدا — دیکھ بدنام نہ ہو نام ستمگاری کا
ہیں جو اے عشق تری بیخبری کے بندے — بس ہو ان کا تو نہ لیں نام بھی ہشیاری کا
کٹ گیا قید میں ماہ رمضان بھی حسرت — گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا

تجھ سے وہ ملا شوق سے اور تو نے نہ جانا — حسرت کو ابھی یاد ہے تیرا وہ زمانا
ہے ایک در پیر مغاں تک تو رسائی — ہم بادہ پرستوں کا کہاں اور ٹھکانا
مخصوص غم عشق ہیں ہم لوگ ہمارا — اچھا نہیں اے گردش افلاک ستانا
صد شکر غم ہر دو جہاں سے ہے وہ فارغ — جو دل ہے ترے تیر محبت کا نشانا

ں تیرے کوچے میں گذارا نہ گیا تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا
ہو گئیں وجہ گرفت رئی دل التفات ان کی نگاہوں نے دوبارا نہ کیا
رہ جائے گی آدھی رونق ناز کو اس نے اگر انجمن آرا نہ کیا
مور کے وہ ہر وقت رہے نہ سہی آنکھ نے ان کا جو نظارا نہ کیا
ہے ستم یار تو ہم نے حسرت نہ کیا کچھ بھی جو دنیا سے کنارا نہ کیا

کو وجہ لطف بیکراں پایا کہ ہم نے آج اس نامہرباں کو مہرباں پایا
دیئے بیٹھے ہم تری بے اعتنائی کو مگر جب غور سے دیکھا تو اک لطف نہاں پایا
رہ دل سے کھلی غم ہائے نہاں کی سنا شور جرس جسنے نشانِ کارواں پایا
بہت جب رنگ گل کی بے ثباتی نے چمن میں عندلیب سادہ دل کو شادماں پایا
میری وضع رسوا پر کہ اے حسرت کمال عاشقی نے مجھکو بیگانۂ زباں پایا

مجھے پیالہ مے بھر ملا دیا ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

عاشقی پھر کارفرما ہو گیا صبر میرا ناشکیبائی سراپا ہو گیا
تمنا کے مزے جاتے رہے ہو گئے مشتاق ہم اور وہ خود آرا ہو گیا
لے ملے تو شرم مجھسے کس لئے تم نئے کچھ ہو گئے یا میں نرالا ہو گیا
راز محبت کا چھپانا تھا محال شوق گر پنہاں ہوا غم آشکارا ہو گیا
لکھنؤ میں رنگ دہلی کی نمود تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

ہ از راہ کرم پہنچا تھا شب عجب لطف کا سامان بہم پہنچا تھا
رلی کہ حجاب کروں کیا حسرت سخ ایسا دل مایوس کو کم پہنچا تھا

کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا باوجود حسن تو آگاہ رعنائی نہ تھا
افزونی یہ اپنے مجھکو حیرانی نہ تھی جلوۂ رنگیں پہ تجھکو ناز یکتائی نہ تھا
تھی میرے عشق کی بھی سادگی جبکہ تیرا حسن سرگرم خود آرائی نہ تھا
وہ دن کہ محو آرزو تھے حسن و عشق ربط تھا دونوں میں گو ربط شناسائی نہ تھا

سرگرم ناز آپکی شانِ جفا ہے کیا
باقی ستم کا اور ابھی حوصلہ ہے کیا

گر جوشِ آرزو کی ہیں کیفیتیں یہی
میں بھول جاؤنگا کہ مرا مدعا ہے کیا

آتے ہیں وہ خیال میں کیوں میرے بار بار
عشقِ خدا نما کی یہی ابتدا ہے کیا

چل بھی دیئے وہ چھین کے صبر و قرارِ دل
ہم سوچتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا

نزدیک بامِ یار سے ہے نردبانِ عشق
اے دل یہ جائے حوصلہ ہے دیکھتا ہے کیا

میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھئے مناسبِ شانِ عطا ہے کیا

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں
تیری محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا

حسرت جفائے یار کو سمجھا جو لطف و فا
آئینِ اشتیاق میں یہ بھی روا ہے کیا

بہجوم آرزو کی کہہ رہا ہے داستاں سہرا
مگر نوشاہ کے دل کا بنا ہے ترجماں سہرا

ہر ہر تار سے رنگینیاں جلوے کی پیدا ہیں
چھپائیگا کہاں تک حسن روئے مہوشاں سہرا

ہوا سے ہلتی ہیں لڑیاں کہ قربِ روئے روشن سے
وفورِ شوق میں کرنے لگا بیتابیاں سہرا

رخ نوشاہ اگر اک گلستانِ حسن و خوبی ہے
تو اس گلشن کے حق میں ہے [illegible] بستاں سہرا

نمایاں ہو گیا کچھ اور حسرت حسنِ یار اس سے
نگاہِ شوق سے ناحق ہوا تھا بدگماں سہرا

ادا نہ ہم سے ہوا حق تیری غلامی کا
نصیبِ شوق رہا داغ ناتمامی کا

بچھی ہیں راہ تمنا میں سینکڑوں آنکھیں
کہ ناز جلوہ کرے تیری خوش خرامی کا

حضور مجھ پہ نہ ضائع کریں عطا اپنی
کہ مستحق ہوں جفا ہائے التزامی کا

بقدرِ شوق کہاں تاب التماس ہمیں
لکھیں جواب جو اُس نامہ گرامی کا

نہاں نہو کرمِ یار میں ستم حسرت
بہت نہ کیجئے اظہار شادکامی کا

شرف حاصل ہے اُس جانِ جہاں سے مجھکو نسبت کا
غلامی کا سہی گر ہو نہ سکتا ہو محبت کا

گروہِ عاشقاں میں جوش ہے شوقِ زیارت کا
ترے کوچے میں اک ہنگامہ برپا ہے محبت کا

گنہگارانِ امت سے ہے راضی داورِ محشر
کہ ان سے نام چمکے گا ترے حسنِ شفاعت کا

دیارِ عاشقی میں گرم ہے بازار رسوائی
جدھر دیکھو ادھر اک ڈھیر ہے جنسِ ملامت کا

ام ہوکر کام جاں پایا ذریعہ بنگئی مایوسی بحید فراعت کا
یہ غم ہے بچ نہیں سکتا کیا ہے خوب اندازہ انہوں نے میری حالت کا
ت مجھکو بھی اک آہ کافی ہے "خلاصہ کسقدر میں نے کیا ہے رنج فرقت کا"

ہ اک زمانہ رہا کچھ فقط میں ہی مبتلا نہ رہا
ہوئی ہے قدر وفا جب کہ میں لائق جفا نہ رہا
دہو گیا غریب نواز عشق محتاج التجا نہ رہا
ہ سوز تھا وہ جمال ہوش نظارگی بجا نہ رہا
ز عاشق کا نیا نہ ابتو کچھ بھی وہ ماجرا نہ رہا
پشکوہ سنج حسن ہوا التجا ہوگئی گلا نہ رہا
ہے پہ اُنکے بیٹھے ہے جب کسی کا بھی آسرا نہ رہا
کی ہوئی اُنھیں بھی خبر اب تو یہ درد لا دوا نہ رہا
دیکھی ابوالکلام کی نثر نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

ہ عیش فراوان تمنا سب لوٹ لیا یاس نے سامان تمنا
ارونق ہے سیہ خانہ دل کی باقی ہے جو اک شمع فسرو زان تمنا
بنے یا نہ بنے کام ہمارا ہم لوگ ہیں سرگشتہ و حیران تمنا
درکار ہے اک عالم حیرت کافی نہوئی وسعت میدان تمنا
داد تو معلوم ہے حسرت لیکن نظر آتا نہیں پایان تمنا

رت سے ہے دامان تمنا مجھ سا بھی نہو کوئی پشیمان تمنا
ہم سے جو لوٹا دل عاشق سب چھوٹ گئے قیدی زندان تمنا
ا جوش جنون فصل گل آئی پھر شوق ہوا سلسلہ جنبان تمنا
ئیں اشک ندامت سے آنکھیں بیصرفہ ہوا خون شہیدان تمنا
یدمیں رہ جائے نہ حسرت یوں ہی نہ گزر جائے یہ دوران تمنا

ناوکِ نازِ چشمِ یار میں تھا — زخم جس کا دلِ فگار میں تھا

فردا انبائے روزگار میں تھا — دخل جس کو مزاجِ یار میں تھا

مجھ پر اب طعنِ اضطراب ہے کیوں — دل انھیں کے تو اختیار میں تھا

دلربائی کا اک نیا عالم — اس نگاہِ کرشمہ بار میں تھا

نذرِ جاں بھی نہ تھی قبول وہاں — دل بیچارہ کس شمار میں تھا

درمیاں ہجومِ حسرت و یاس — میں بھی اک گوشۂ مزار میں تھا

ہم بھی آخر ہلاکِ شوق ہوئے — یہی دستور اس دیار میں تھا

اب نہ گل ہیں نہ عندلیب نہ شور — وہ جو ہنگامۂ بہار میں تھا

لوثِ عصیاں سے پاک تھا وہ خیال — گرچہ قلبِ گناہگار میں تھا

سرمۂ طور میں کہاں وہ اثر — دشتِ یثرب کے جو غبار میں تھا

آج تک بیقرار ہے حسرت — کیا وہ افسوں نگاہِ یار میں تھا

تجھ کو پاسِ وفا ذرا نہ ہوا — ہم سے پھر بھی ترا گلا نہ ہوا

ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی — دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا

کٹ گئی احتیاطِ عشق میں عمر — ہم سے اظہارِ مدعا نہ ہوا

تیرے اس التفات کا ہوں غلام — جو ہوا بھی تو برملا نہ ہوا

مل گئی مجھ کو صبرِ عشق کی داد — وہ جو شرمندۂ جفا نہ ہوا

قانعِ رنجِ عشق تھا حسرت — عیشِ دنیا سے آشنا نہ ہوا

پیرو عشق رہنما نہ ہوا — زاہدِ خشک باخدا نہ ہوا

کون لاتا ترے عتاب کی تاب — خیر گذری کہ سامنا نہ ہوا

تم جفاکار تھے کرم نہ کیا — میں وفادار تھا خفا نہ ہوا

اس پہ آسائش بقا ہے حرام — جو تری راہ میں فنا نہ ہوا

لطفِ ساقی تھا بیدریغ مگر — مجھ بلانوش کا بھلا نہ ہوا

چھڑ گئی جب جمالِ یار کی بات — ختم تا دیر سلسلہ نہ ہوا

عشقِ حسرت کے سب ہوئے قائل — ایک وہ دشمنِ وفا نہ ہوا
لائقِ حزبِ اولیا نہ ہوا — وہ جو بےخوفِ ماسوا نہ ہوا
اُس جفا کار سے خدا کی پناہ — جو ترا بندۂ وفا نہ ہوا
خود بخود بوئے یار پھیل گئی — کوئی منت کشِ صبا نہ ہوا
رہ گئی تیرے فقرِ عشق کی شرم — میں جو محتاجِ اغنیا نہ ہوا
سر ترا بارِ دوش ہے حسرت — راہِ حق میں اگر فدا نہ ہوا

شک نہیں مجھ پہ کاروانی کا — کچھ ٹھکانا ہے بدگمانی کا
اک مرقع ہے حسنِ شوخ ترا — کشمکش ہائے نوجوانی کا
تم جو کرتے تو ہم کو تھا کافی — اک اشارہ بھی مہربانی کا
کھل گیا تیرے جمال سے رنگ — تیرے ملبوسِ ارغوانی کا
مر مٹے تجھ پہ ہو گیا حاصل — مدعا اپنی زندگانی کا
ناوکِ یار سے ہے دل میں بپا — ایک ہنگامہ شادمانی کا
سچ تو یہ ہے کہ شعرِ حسرت بھی — ایک گنجینہ ہے معانی کا

شوقِ پوشیدہ کا اظہار نہ ہونے پایا — داغِ دل کوئی نمودار نہ ہونے پایا
دل کچھ اس ڈھب سے لیا اُس نے کہ بس کوئی — حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا
غلبۂ حق کا زمانے میں ہے اک شور بپا — اس پہ افسوس جو بیدار نہ ہونے پایا
شادماں تھا جو ترے عیشِ طرب سے یہ دل — غمِ دنیا سے گرانبار نہ ہونے پایا
وصل میں بھی رہی بیگانگیِ شرم و حجاب — راستہ شوق کا ہموار نہ ہونے پایا
اس سلیقے سے کیا ذبح کہ دامن انکا — خونِ عشاق سے گلنار نہ ہونے پایا
ہم بھی سمجھیں گے ہوسِ عشق بتا کو حسرت — حل جو یہ عقدۂ دشوار نہ ہونے پایا

نظر ہے تصور سے رشکِ حور تیرا — آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا
دردِ غم نہیں ہے میری دعائے مضطر — اب نام بھی نہ لوں کیا میں ناصبور تیرا
اے عاشقی میں ہر دم ہے مبارک — مجھ کو خشوع میرا تجھکو غرور تیرا۔

رکھ لے مری بھی یارب شرم گناہگاری
ہے پردہ پوش عصیاں رحم اے غفور تیرا

کرکے وہی رہیگا جو دل میں ٹھان لی ہے
روشن ہے ہم پہ حسرت عزم امور تیرا

جو راہِ غم میں ترا پائمال ہو نہ سکا
وہ باریابِ مقامِ کمال ہو نہ سکا

وہ جب ملے تو مجھے شادمانِ غم پایا
مرے ملال سے انکو ملال ہو نہ سکا

قبول سب نے وہی کی سنی جو آپ سے بات
کسی کو حوصلۂ قیل و قال ہو نہ سکا

وہ ابتدائے محبت وہ انتہا کے مزے
کہ جن میں پڑکے خیالِ مآل ہو نہ سکا

حضورِ یار گئے بھی تو کیا ہوا حسرت
سلام کر نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

یاس کا دل پہ کچھ اثر نہ ہوا
قصۂ شوق مختصر نہ ہوا

حسن کو عشق سے مفر نہ ہوا
لاکھ چاہا کہ ہو مگر نہ ہوا

اشکِ ہم سے شوقِ بیحد کا
گوشۂ آستیں بھی تر نہ ہوا

مر مٹے ہم کہ دیں وہ دادِ وفا
اور جو اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا

صرفِ عصیاں ہوا وہ لحظۂ عمر
جو تری یاد میں بسر نہ ہوا

کچھ عجب چیز ہے وہ حسنِ عفیف
جو کبھی فتنۂ نظر نہ ہوا

رہ گئی شرم بیکسی حسرت
مجھ پہ احسانِ اہلِ زر نہ ہوا

لطف تو نے جو کیا بھی تو عجب کام کیا
دلِ دیوانہ کو سرگشتۂ اوہام کیا

بھر گئی نور سے تاریک شبِ منتظراں
جلوہ اس روئے نکو نے جو سرِ بام کیا

ہوس و عشق میں کچھ فرق نہ رکھا تو نے
غمزۂ خاص کو بدنام کیا عام کیا

بڑھ گئی آج امیری سے فقیری اپنی
کہ شہِ حق نے مجھے داخلِ خدام کیا

کچھ محبت بھی عجب شے ہے کہ حسرت سا غیور
اور اسے آپ نے خو کردۂ دشنام کیا

دلِ مایوس کو گرویدۂ گفتار کر لینا
وہ انکا پردۂ انکار میں اقرار کر لینا

سکونِ یاس بھی ممکن نہیں اب ہم غریبوں کو
قیامت ہے کسی کا وعدۂ دیدار کر لینا

ستم سے وہ نہ باز آئے تو ہم پر بھی ہوا لازم
دلِ مجبور کو خو کردۂ آزار کر لینا

حصولِ رحمتِ حق کیلئے کافی ہے محشر میں
گلِ عصیاں کو زیبِ طرۂ دستار کر لینا

یہ کیا ایذا پسندی ہے کہ حسرت عشقِ ناممکن
تجھے ہر عقدۂ آسان کو بھی دشوار کر لینا

بجا ہے عاشقی میں ہم کو دعویٰ سرفرازی کا
کہ نکلا ہے تمہیں سے نام تیری دلنوازی کا

رہیگا حشر تک افسانہ باقی عشقبازوں میں
ہماری جانفشانی کا تمہاری بے نیازی کا

ملا مٹ جائے ظاہر سے میں پیہم ہوں کہ باطن میں
ملا ہے سلسلہ حسنِ حقیقی سے مجازی کا

مٹا کر مجھ کو تکلیفیں مٹا دیں سب محبت کی
ادا اُس بیوفا نے کر دیا حق چارہ سازی کا

نظر بازی کی حسرت خو بُری ہے ورنہ لوگوں میں
بہت شہرہ سنا تھا ہم نے تیری پاکبازی کا

ایمان و اتقا ہی نہیں شانِ اولیا
بے حزن و خوفِ غیر بھی ہے جانِ اولیا

اسلام بے مثال ہے اسلامِ عاشقاں
ایمانِ بے نظیر ہے ایمانِ اولیا

اسلام عاشقاں کی اگر ہے طلب تجھے
"اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا"

آئی ہوئی رضائے الٰہی کی ہے برات
سب کربلا میں جمع ہیں مہمانِ اولیا

گلگوں لباس خونِ شہادت پہن کے آج
دولہا بنے گا وہ شہِ خوبانِ اولیا

روشن ہے نورِ صبر و سکون سے سوادِ شام
تاباں ہے صبحِ عشق درخشانِ اولیا

زنجیر و طوقِ ظلم کا عابد کو غم نہیں
ہمرنگ بزمِ عیش ہے زندانِ اولیا

صبر و صلوٰۃ عشق سے ہیں سبکے دل قوی
ثابت قدم ہیں سارے مریدانِ اولیا

ہر سو عیاں ہے صبغتِ اللہ کی بہار
رونق پہ ہے خزاں میں بھی بستانِ اولیا

جانیں ہوئی ہیں جنکی رہِ شوق میں نثار
حاشا جو ہوں فنا وہ محبانِ اولیا

حسرت حسین ابنِ علی کا ہوں میں غلام
حاصل ہے مجھکو فضلِ نمایانِ اولیا

بام پر آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا
اب تو اظہارِ محبت برملا ہونے لگا

اب غریبوں پہ بھی ساقی کی نظر پڑنے لگی
بادۂ پس خوردہ ہم کو بھی عطا ہونے لگا

میری رسوائی سے شکوہ ہے یہ اُنکے حسن کو
اب جسے دیکھو وہ میرا مبتلا ہونے لگا

کچھ نہ پوچھو حال کیا تھا خاطرِ بیتاب کا
ان سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا

شوق کی بیتابیاں حد سے گزر جانے لگیں
وصل کی شب وا جو وہ بندِ قبا ہونے لگا

غیر سے ملکر انھیں ناحق ہوا میرا خیال
مجھسے کیا مطلب بھلا تم کیوں خفا ہونے لگا

کیا ہوا حسرت وہ تیرا ادعائے ضبطِ غم
دو ہی دن میں رنجِ فرقت کا گلا ہونے لگا

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بیکار ہیں سب اُنکی محبت کے سوا

دے سکا کوئی نہ دہری کے وساوس کا جواب
تیرے وارفتۂ دیوانہ طبیعت کے سوا

کون رکھیگا ترے غم سے دل و جان کو عزیز
کچھ نہیں اور جب اس رنج میں راحت کے سوا

قولِ زاہد کو غلط ہم نہیں کہتے ہیں۔ مگر
اور کچھ ہو بھی شریعت میں طریقت کے سوا

حشر میں تا بہ جہنم سے مفر اور کہاں
اہلِ عصیاں کو ترے سایۂ رحمت کے سوا

لذتِ عرفان کی عبث ہے دلِ زاہد میں تلاش
اور یاں خاک نہیں خواہشِ جنت کے سوا

اس کی بات اور ہے پائیں جو ہم اُسمیں بھی مزا
آپنے تو نہ دیا کچھ بھی اذیت کے سوا

اہل ظاہر نکریں کوچۂ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائینگے وہاں رنج و مصیبت کے سوا

علم و حکمت کا جنھیں شوق ہو آئیں نہ ادھر
کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تری یاد سے ہم
اسمیں ایک شانِ فراغت بھی ہے راحت کے سوا

عقل حیران ہے اے جانِ جہاں راز ترا
کون سمجھے دلِ دیوانۂ حسرت کے سوا

دیکھنا بھی تو انھیں دور سے دیکھا کرنا
شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

اک نظر بھی تری کافی تھی پئے راحتِ جان
کچھ بھی دشوار نہ تھا مجھکو شکیبا کرنا

شام ہو یا کہ سحر یاد انھیں کی رکھنی
دن ہو یا رات ہمیں ذکر انھیں کا کرنا

صوم زاہد کو مبارک ہے عابد کو صلوٰۃ
عاصیوں کو تری رحمت پہ بھروسا کرنا

عاشقو حسنِ جفاکار کا شکوہ ہے گناہ
تم خبردار خبردار نہ ایسا کرنا

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہے حسرت
اُن سے ملکر بھی نہ اظہارِ تمنا کرنا

شکوۂ سنجی کے عوض میں نے بھی یہ خوب کیا
کیا کیا شکرِ جفا سے انھیں محجوب کیا

جان پر غم نے کبھی الزام لگایا نہ انھیں
یاس کو خوبیٔ تقدیر سے منسوب کیا

مشترک دونوں [illegible]
طالبِ شوق مجھے آپ کو مطلوب کیا

مال کیا شے ہے [illegible]
جبکہ ہمنے دل و دیں کو بھی نہ محبوب کیا

سخت محرومِ ادب ہے دلِ حسرت نے اگر
بیوفائی سے ترے جور کو منسوب کیا

نظر پھر گئی اُس پہ دل جس کا چھینا　محبت کا یہ بھی ہے کوئی قرینا
وہ کیا قدر جانیں دلِ عاشقاں کی　نہ عالم نہ فاضل نہ دانا نہ بینا
بہا دیں وہاں خون اپنا جہاں ہم　ترے حسن کا گرتے دیکھیں پسینا
بہار آئی سب شادماں ہیں۔ مگر ہم　یہ دن کیسے کاٹینگے بے جام و مینا
جدا جب کہ ہیں تجھ سے اے راحتِ جاں　ہمارا برابر ہے جینا نہ جینا
مٹے عیب سب عشقبازی میں حسرت　نہ بغض و حسد ہے نہ غصہ نہ کینا

ردیف ب

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگِ جاں کے قریب　آن پہنچے ہیں مگر منزلِ جاناں کے قریب
حشر میں اپنے گناہوں سے مجھے خوف ہو گیا　اُنکی رحمت بھی تو ہے منزلِ عصیاں کے قریب
لپٹے اس ڈھب سے کہ پھر ہو نہ جدا خاک مری　کہیں پہنچے بھی تو اس گوشۂ داماں کے قریب
لکھنؤ آنے کا باعث یہ کھلا آخر کار　کھینچ لایا ہے دل اک شاہدِ پنہاں کے قریب
وہ جو ہیں پاس تو مجلس بھی ہے اک باغ ہیں　کامرانی بھی نمودار ہے حرماں کے قریب
روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرت　آستانِ شہِ رزاق ہے زنداں کے قریب

صحبتِ اہلِ عشق و شغلِ شراب　تھا یہی مقتضائے عہدِ شباب
کس قدر سبز و تر ہے کشتِ خیال　گریۂ انتظار سے شاداب
غیر پہ دیکھکر کرم تیرا　ہو گئی جانِ آرزو بیتاب
عشق سے ہے کہاں روائے حسن　اس قدر اہتمامِ شرم و حجاب
جان بھی دی پیامِ شوق کے ساتھ　ہمنے کھینچا نہ انتظارِ جواب
مذہبِ عشق ہے پرستشِ حسن　ہم نہیں جانتے عذاب ثواب
ہے میرے شوقِ بیکراں کا شمار　نہ تری شرمِ نارواکا حساب
لطفِ جاناں ہے جور کی تمہید　دیکھ حسرت نہ کھا فریبِ سراب

وصل میں بھی تو ہی ہے دل کی شانِ اضطراب　عیش حاصل ہو رہا ہے میکشانِ اضطراب
شوقِ بیحد کے ارادوں سے ہو واقف نازِ حسن　شرمِ خوباں سب سمجھتی ہے زبانِ اضطراب

رحم سے بیگانہ ہے تمکین بے پروائے دوست
کر چکے ہیں بارہا ہم امتحان اضطراب

حوصلے اب تک وہی ہیں خاطر بیتاب کے
ناتوانی میں بھی ہے باقی توان اضطراب

اب ملیگا جلد حسرت ساحل بحر فنا
کشتی غم میں لگا ہے بادبان اضطراب

جان کو صبر ہے نہ دل کو ہے تاب
تو نہیں ہے تو زندگی ہے خراب

دانش ہرزہ کوش ہے ناکام
عشق درکار ہے ورائے حجاب

ہجر ساقی میں گریۂ سحری
خوب ہوگا بجائے شغل شراب

مر مٹیں آرزوئے یار میں ہم
ہے یہی عاشقی کا لب لباب

میکدے میں ہے اک بپا حسرت
محشر نائے و نوش و چنگ و رباب

ردیف ت

جانفزا تھی کسقدر یارب ہوائے کوئے دوست
بس گئی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست

بیخودی میں اب نہیں کچھ امتیاز وصل و ہجر
رات دن پیش نظر ہے جلوۂ نیکوئے دوست

ہو چکی اب ہم گرفتاران فرقت کو نصیب
آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردۂ گیسوئے دوست

بن گئی محفل کی محفل اک طلسم بیخودی
چل گیا آخر فسون نرگس جادوئے دوست

شعر حسرت ہیں یہ مانا کہ نازک ہیں بہت
اس سے بھی کچھ بڑھ کے نازک ہے مگر خوئے دوست

جو ناز حسن سے کی تھی کبھی غرور کی بات
سو آج تک ہے مجھے یاد وہ حضور کی بات

بدل جا کے ہوا ختم سلسلہ اس کا
چلی جو اہل خرابات میں سرور کی بات

نہ پوچھیے کہ ہوئی حسن کی عجب حالت
سنی جو پہلے پہل عشق ناصبور کی بات

ملے بھی وہ تو غرور جمال نے نہ سنی
زبان دل سے تمنائے بے شعور کی بات

✓ وہ بے سبب ہیں خفا مجھ سے کیا کہوں حسرت
مجھے تو یاد نہیں ہے کوئی قصور کی بات

آج سنکر میرے نالوں کو زراہ التفات
زیر لب اس نے بھی کھینچی ایک آہ التفات

کم نگاہی عشق سے ہو فرض کیش دلبری
حسن سے کیونکر ہو پھر سرزد گناہ التفات

دوستی اس فتنہ دوران کی ہے یاد دشمنی
جان برباد کرم ہے دل تباہ التفات

ہیں دل عشاق جب آگاہ رسم حسن و عشق
بیرخی ہے اونکی ناحق عذر خواہ التفات

شوق کا حسن عقیدت دیکھنا۔ اکثر ہوا
تیری بے پروائیوں پر اشتباہ التفات

ہے مجھے کافی تبسم اس نگاہ ناز کا
ہوں رقیبوں کو مبارک تازہ تازہ التفات

ہے دل دیوانہ حسرتؔ پاک آرزو
اس طرف بھی لے کے آ اک نگاہ التفات

مجھ کو اس جانِ جہان سے کیا نسبت
خار کو ضیمران سے کیا نسبت

پایہ عرش ہے بلند۔ مگر
آپ کے آستان سے کیا نسبت

خاک یثرب کی سرفرازی کو
پستی آسمان سے کیا نسبت

ذرۂ خاکِ راہ یار ہوں میں
مجھکو شوق جنان سے کیا نسبت

لاابالی مزاج حسرتؔ کو
فکر سود و زیان سے کیا نسبت

ردیف ث

نامرادی کا دل زار کو شکوا ہے عبث
اور کچھ اس کے سوا ان سے تمنا ہے عبث

واقف رحم نہیں اس شہ خوبان کی نظر
عاشقی مملکت حسن میں رسوا ہے عبث

حال دل ان سے نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے
اب تو اس راز نمودار کا اخفا ہے عبث

مست غفلت ہے وہ ظالم جو نہیں بیخود عشق
ہوشیاری کا ترے دور میں دعوا ہے عبث

ہم کو اس شوخ سے امید کرم ہے لیکن
یاس کہتی ہے کہ حسرتؔ یہ تمنا ہے عبث

ردیف ج

رنگ پہ لایا ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئی سیرابیوں سے محفل رندانہ آج

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کامان وصال
جب لگا لبہائے ساقی سے لب پیمانہ آج

ہے فروغ بزم یکتائی جو وہ شمع جمال
آ گئی ہے دل میں بھی بیتابی پروانہ آج

حسرتیں دل میں ہوئی جاتی ہیں پامال نشاط
ہے جو وہ جان تمنا رونق کاشانہ آج

غرق ہے رنگینیوں میں مستیوں سے چور ہے
ہے سراپا بیخودی وہ نرگس مستانہ آج

دیکھئے اب رنگ کیا لائے وہ حسن دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج

میں ہی اے حسرتؔ نہیں محو جمال روئے یار
پڑ رہی ہیں سب نگاہیں اس پہ مشتاقانہ آج

وصل کی رات خرمی کا رواج
شوق کا آج عرش پر ہے مزاج

چھپ گئے سب ستارگان کمال ‏ ‏ کہ عرب سے ہوا طلوع سراج

لائے ہیں عاشقان با جگر زار ‏ ‏ نذر حسرت کو آنسوؤں کا خراج

ردیف ح

اے غم عشق اے متاع فلاح ‏ ‏ اہل دل کیوں نہوں ترے مداح

مجھکو صبر و سکوں نہیں درکار ‏ ‏ دل مضطر کی بھی یہی ہے صلاح

ہم بھی مشتاق ہیں شہادت کے ‏ ‏ اے کہ تجھے خون اہل شوق مباح

غم ترا مایہ سرور قلوب ‏ ‏ یاد ہے تیری مونس ارواح

اب کہاں ہجر یار میں حسرت ‏ ‏ لذت اکل شام و شرب صباح

قبول ستم سے ہے انکار صالح ‏ ‏ کروں کیوں نہ میں اسکا اقرار صالح

رضاکاری حق پہ رحمت خدا کی ‏ ‏ اسی کا ہوں میں اک طلبگار صالح

بہت ہم نے دیکھے ہیں عباد فاجر ‏ ‏ بہت ہم نے پائے ہیں فجار صالح

مصائب کی برداشت رنج و جفا میں ‏ ‏ اسی کو تو کہتے ہیں ایثار صالح

ولایت کا دعوی نہیں مجھکو لیکن ‏ ‏ یہ ہے اتنا کہ ہوں اک گنہگار صالح

میں بیزار ہوں عقل ساکن سے حسرت ‏ ‏ دل مضطرب ہے مرا یار صالح

عشق میں ہیچ ہے پابندی برہاں کی صلاح ‏ ‏ ماننا چاہیے ہم کو دل ناداں کی صلاح

دل بھی راضی ہے کہ آلودۂ فریاد نہو ‏ ‏ ہم بھی خوش ہیں کہ یہی ہے غم پنہاں کی صلاح

جان افگار پہ طاری ہوئی رقت کیا کیا ‏ ‏ آبلوں سے جو سنی خار مغیلاں کی صلاح

درپئے عشق رہی خاطر دشوار پسند ‏ ‏ نہ سنی ہم نے کسی خواہش آساں کی صلاح

ہو سکے گل میں عجب کیا ہے اگر مان گیا ‏ ‏ شوق بیجا نہ طلب مستی پیمانہ کی صلاح

کیسے کہدوں کہ میں اب بھی نہ پیونگا حسرت ‏ ‏ حکم ناصح تو نہیں ساقی دوراں کی صلاح

ردیف خ

خوں بیجرمی ہے اپنا دیکھکر تلوار سرخ ‏ ‏ ہو گئی مارے ندامت کے جبین یار سرخ

آشکارا ہے جہاں میں ہر طرف رنگ بہار ‏ ‏ سبز و تر ہے صحن گلشن دامن کہسار سرخ

دیکھیے کس کس کو اعزاز شہادت ہو نصیب — آج نکلا ہے بدلکر رنگ وہ عیار بسرخ
اسقدر رنگیں مستیاں ہم بادہ خواروں نے کہ آج — ہو گیا سب رنگ مے سے خانۂ خمار سرخ
مل گیا حسرت شہیدان وفا کا خونبہا — ہو گئی ہیں روتے روتے ہر دو چشم یار سرخ

ردیف د

دشوار ہے اے ملامت اسے پند — ہوں اہل جنوں خرد کے پابند
شرمندۂ جور ہو نہ وہ شوخ — ارباب وفا ہیں یوں بھی خرسند
زیبایش فرق عاشقی ہے — دستار جنوں میں غم کا پیوند
سیکھا ہے کہاں سے اے لب یار — یہ شیوۂ دل کش شکرخند
مہمان فراق ہے تری یاد — مجذوب ہے خیال آرزو مند
سے صبر و سکوں سے کام حسرت — آئین وفا کی تجھکو سوگند
(ق)
یہ ماتم روز وصل تا کے — یہ گریۂ بیقرار تا چند

مجبور مجھکو جان کے عہد وفا کے بعد — بیمہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد
اہل رضا کی جان ہے اتنی سی یہ امید — کچھ اور بھی ہے اس ستم برملا کے بعد
مجبوبی سوال ہے اس چشم ناز میں — منظوریوں کا رنگ عیاں ہے حیا کے بعد
افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں — تجدید آرزو جو ہوئی التوا کے بعد
داماں صبر ہاتھ سے حسرت نہ دیجیو — گر خواہش طرب ہے ہجوم بلا کے بعد

وقف حق ہے نہیں مرید مراد — طاعت عاشقان پاک نہاد
دل پس ماندگاں نہو ناشاد — چل رہی ہے ہنوز باد مراد
بڑھ گیا حسن کا تغافل ناز — یہ ملی میرے صبر شوق کی داد
ان کو تھی میرے حال دل پہ نظر — آہ اس عہد التفات کی یاد
بڑھ گیا سارا عاشقی میں جنوں — رہ گئے صاحبان لبت و کشاد
کچھ نہیں ہے تری رضا کے سوا — خواہش عاشق خجستہ نہاد
اصل اصلاح ہے وہی حسرت — جس کو سمجھے ہیں اہل جور فساد

غم سے نہیں ایک دل بھی آزاد — فریاد ز دستِ عشق فریاد

عاشق ہوئے اور مر مٹے ہم — اپنی تو یہ مختصر ہے روداد

ہوگا کسے جان دینے میں عذر — ارشاد اور آپ کا پھر ارشاد

جانباز ہے عشق، حسن دل بر — یہ دونوں امور ہیں خدا داد

احرار وطن پرست و حق کوش — تھا جن سے دیارِ صدق آباد

(ق)

سب ہو گئے بند، ایک حسرتؔ — باقی ہے "ابوالکلام" آزاد

انھوں نے پھیر دیا خط یونہیں سلام کے بعد — بڑھا کے میرا تخلص کبھی میرے نام کے بعد

شراب رندوں میں آئی مہِ صیام کے بعد — بڑے تزک سے بڑی شانِ اہتمام کے بعد

ہجوم شوق میں کیوں ہو نہ اضطراب کہ رنگ — کہ یاسِ شب ہے یقینی امیدِ شام کے بعد

کمالِ شوق کو آتے ہیں نا تمام نظر — تمام شوق تری خواہشیں تمام کے بعد

نہ ہو ابھی مگر آخر تو ہوگی قدر مری — کھلے گا حالِ غلام آپ پر غلام کے بعد

سرورِ بخششِ دل و جاں ہے بزمِ ساقی میں — بہارِ جلوۂ مینا نمودِ جام کے بعد

ہوئی یہ کثرتِ اربابِ اشتیاق کہ اب — پڑے ہیں سیج میں حسرتؔ وہ اذنِ عام کے بعد

ردیف ذ

کچھ درد دل سے بڑھ کے ہے دردِ جگر لذیذ — تجھ سے ہیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ

جانِ حزیں کو بھول گئی سختیِ فراق — کچھ اس قدر ہے گریۂ وقتِ سحر لذیذ

اشکِ وفا سے دامنِ حسرت ہو لالہ رنگ — مل جائے گر نہ پا کے انھیں چشمِ تر لذیذ

نامۂ شوق کے اندر جو نہاں ہے کاغذ — ورقِ سادۂ حسرت ہے کہاں ہے کاغذ

بسکہ تھا اس میں رقم خواہشِ دیدار کا حال — چہرۂ یار کی جانب نگراں ہے کاغذ

خط نہ لکھنے کا نیا عذر یہ نکلا حسرتؔ — جنگ یورپ میں وہ کہتے ہیں گراں ہے کاغذ

ردیف ر

اب تو اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بارِ انتظار — کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں ناقبول — یا الٰہی کیا کروں میں شرمسارِ انتظار

راہ تیری اسقدر دیکھی کہ اے غفلت شعار
میری آنکھیں بن گئیں سرمایہ دار انتظار

اُنکے خط کی آرزو ہے اُنکی آمد کا خیال
کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبار انتظار

ہے دلِ پُرسوزِ حسرت اک طرب زارِ امید
پھونک ڈالے گر نہ اس گلشن کو نارِ انتظار

عشق کی روحِ پاک کو تحفۂ غم سے شاد کر
اپنی جفا کو یاد کر میری وفا کو یاد کر

جان کو محوِ غم بنا دل کو وفا نہاد کر
بندۂ عشق ہے تو یوں قطع رہ مراد کر

غمزۂ دل فریب کو اور بھی جاں فزا بنا
پیکرِ نازِ حسن پہ رنگِ حیا زیاد کر

خرمیِ دو روزہ کو عشرتِ جاوداں نہ جان
فکرِ معاش سے گزر حوصلۂ معاد کر

اے کہ نجاتِ ہند کی دل سے ہے تجھکو آرزو
ہمتِ سربلند سے یاس کا انسداد کر

قول کو زید و عمر کے حد سے سوا اہم نہ جان (ق)
روشنیِ ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر

حق سے بعذرِ مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
اس کو نہ پیشوا سمجھ اس پہ نہ اعتماد کر

غیر کی جد و جہد پہ تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوششِ ذاتِ خاص پر ناز کر اعتماد کر

غضب ہے کہ پابندِ اغیار ہو کر
مسلماں رہ جائیں یوں خوار ہو کر

اٹھے ہیں جفا پیشگانِ مہذب
ہمارے مٹانے پہ تیار ہو کر

تقاضائے غیرت یہی ہے عزیزو
کہ ہم بھی رہیں ان سے بیزار ہو کر

کہیں صلح و نرمی سے رہ جائے دیکھو
نہ یہ عقدۂ جنگ دشوار ہو کر

وہ ہم کو سمجھتے ہیں احمق جو حسرت
وفا کے ہیں طالب دل آزار ہو کر

صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار
دلِ وحشی ہے اور جنوں بہار

کشمکش میں ہے کامرانیِ شوق
مجھکو ابرام ہے انھیں انکار

دلِ مایوس میں ہے نقشِ امید
یا مسافر کوئی غریبِ دیار

لطف کر لطف اے سراپا ناز
تجھ پہ رنگینیِ بہار نثار

دلِ عشاق ہیں امید کے جام (ق)
بادۂ اشتیاق کے سرشار

اے تری ذات مجمعِ ضدین
حسن سب نور ہے تو خو سب نار

غیر ممکن ہے ہم سے طاعتِ غیر
اے جفا کار اے غریب آزار

روح آزاد ہے خیال آزاد
جسم حسرت کی قید ہے بیکار

شکن جب سے دیکھی ہے انکی جبیں پر
عجب صدمہ ہے جان اندوہگیں پر

کچھ آئی تو ہے ترک مے پر طبیعت
نہ مچلے جو رنگینی ساتگیں پر

مرے گریۂ خون کی سب لالہ کاری
نمودار ہے دامن و آستیں پر

تماشائے خوباں سے اتنا تغافل
صد افسوس اس زہد خلوت نشیں پر

نثار اسپہ حسرت مری جان شیریں
تبسم جب سے اس لب شکریں پر

چھپ نہیں سکتی چھپانے سے محبت کی نظر
پڑ ہی جاتی ہے رخ یار پہ حسرت کی نظر

یونہیں گردیدہ نہیں کچھ تری صورت کی نظر
مگر اس رنگ میں جویا ہے حقیقت کی نظر

گرچہ ہے پردۂ انکار میں ہمشکل عتاب
پھر بھی ہے صاف نمایاں وہ لجاجت کی نظر

حسن کا راز نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے
چاہنے والے بھی رکھتے ہیں قیامت کی نظر

ہجر میں سہنے لگیں اور بھی کچھ یاد نہیں
وہ مراعات کی باتیں وہ مروت کی نظر

آسرا ہم بھی لگائے ہوئے بیٹھے ہیں ترا
اس طرف بھی کوئی ہو جائے عنایت کی نظر

ہو کے غلطیدۂ خوں تجھکو مبارک حسرت
ان کی رحمت کے یہ انداز یہ رافت کی نظر

پوچھا کبھی تو اسنے نہ کبھی گھر سے نکلکر
شرمندہ ہیں نالے دل مضطر سے نکلکر

پائی ہے جگہ پاکیٔ دامان نظر میں
خوشبوے حیا نے تری چادر سے نکلکر

دیکھا جو نہیں گرم نظر بزم عدو میں
وہ ڈانٹ گئے مجھکو برابر سے نکلکر

پرنور کیا خوب شہیدوں کے دلوں کو
چاہت کی چمک نے ترے خنجر سے نکلکر

بن جاتی ہے دل میں خلش خار تمنا
جھنکار ترے پاؤں کے زیور سے نکلکر

کیا کریں خو سے ہیں مجبور کہ پینا ہے ضرور
ورنہ حسرت رمضان کا یہ مہینا ہے ضرور

بیخودی بزم خرابات میں ہے وجہ سکون
اک مگر کشمکش ساغر و مینا ہے ضرور

شوق جسکا نہیں ممکن دل دانا کے بغیر
اسکے دیدار کو بھی دیدۂ بینا ہے ضرور

ترک مے سے نہیں انکار نہوتا لیکن
اب جو ناصح کو ہے ابرام تو پینا ہے ضرور

تیری گفتار سے پیدا ہے کہ اے حسرت زار
دل ترا درد محبت کا خزینہ ہے ضرور

عاشقی پیشہ ہے اے دل تو یہ بیداد نہ کر — ستم یار پہ بھی شاد ہو فریاد نہ کر
دیکھ اُس جلوۂ پنہاں کی زیارت ہے محال — ہمت شوق کو بے فائدہ برباد نہ کر
بے پر و بال کہاں چھوٹ کے جائیں صیاد — ہم اسیرانِ قفس کو تو آزاد نہ کر
یہ بھی حسرت کوئی تدبیر سکوں ہے کیا خوب — دلِ بیتاب سے کہتے ہو اُنھیں یاد نہ کر

ردیف "ز"

تیر غم کا ہے دل نشانہ ہنوز — شیوۂ جاں ہے عاشقانہ ہنوز
دل میں اب تک ہے عیش وصل کی یاد — لب پہ ہے شوق کا ترانہ ہنوز
آہ وہ ماجرائے راز و نیاز — جس کا باقی ہے اک فسانہ ہنوز
عشق تھا باریاب خدمت حسن — ہم کو ہے یاد وہ زمانہ ہنوز
شوق کے در پہ ہیں ابھی سے ہجوم — یار ہے اندرونِ خانہ ہنوز
سرخیِ چشم یار سے ہے عیاں — اثر مستیِ شبانہ ہنوز
نغز گوئی کی شان میں حسرت — تیرے اشعار ہیں یگانہ ہنوز

وہ قامتِ بلند نہیں در قبائے ناز — اک سروِ ناز ہے جو بنا ہو برائے ناز
اس نازنیں پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز — جسکو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز
کیا کیا نہ آرزو کے بڑھیں دل میں حوصلے — رکھدیں کبھی جو فرق ہوس پر وہ پائے ناز
ارباب اشتیاق بھی اور انتہائے شوق — حالانکہ حسنِ یار ہے اور ابتدائے ناز
ہم پر نگاہِ یار سے گزرا جو تھا کبھی — ہے آج تک وہ پیشِ نظر ماجرائے ناز
کچھ یونہیں اپنے حسن پہ مغرور تھا وہ شوخ — کچھ اس سے بڑھ گئی ہے اور بھی اسکو ہوائے ناز
اہلِ نظر کی جان ہے جس چیز پر نثار — اک بات ان میں اور بھی کچھ ہے سوائے ناز
پھیلی جو ان کے برقِ تبسم کی روشنی — لبریز نور ہو گئی یکسر فضائے ناز
حیرانِ کارِ حسنِ بتاں ہے زبانِ عشق — یعنی وہ طرح غمزہ کرے یا تمنائے ناز
شوقِ لقائے یار میں مرتے تو ہو مگر — حسرت جو نقدِ جاں بھی نہ ٹھہرا بہائے ناز

ردیف "س"

ہے غضب ہنگامۂ فصلِ بہار آئی برس
دل پہ کاہکو ہے گا اختیار آئی برس

ہے جنون شوق ابھی سے بیقرار آئی برس
کیا غضب ڈھائیگا طوفان بہار آئی برس

فرقتِ ساقی میں ہم حسرت کشانِ بادہ کو
مل کے رویا خوب ابرِ نوبہار آئی برس

مدتیں ترکِ محبت کو ہوئیں پھر بے عجب
یاد یار آتی ہے کیوں بے اختیار آئی برس

حسرتِ شوریدہ سر ہے پائمال اشتیاق
اس طرف بھی کر گذر اے شہسوار آئی برس

اور تو کیا ہے ترے عاشق بیمار کے پاس
ایک ترا درد سو وہ بھی ہے دلِ زار کے پاس

قابل سیر نہیں گلشن دنیائے دنی
شاہد گل ہے جہاں خاک بسر خار کے پاس

مے پرستوں کو رہا پھر نہ کسی بات کا ہوش
بوسے ہے کچھ بھی عجب خانۂ خمار کے پاس

اک ترے عشق کی دولت ہے مرے پاس وہ شے
جو نہ اغیار کے ہے پاس نہ ابرار کے پاس

رشک اس طرۂ گیسو پہ نہیں کیا کیا مجھکو
وہ لٹکتا جو پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

رحمت حق کیلئے عذر نہیں اور کوئی
شرم عصیاں کے سوا جانِ گنہگار کے پاس

کیا کیا تو نے یہ حسرت کہ دل اپنا چھوڑا
ایسے عیار ستمگار جفاکار کے پاس

بسکہ نکلی نہ کوئی جی کی ہوس
اب ہوں میں اور بیدلی کی ہوس

پھر رہی ہے آدمی کو لیے
خوار دنیا میں آدمی کی ہوس

ان کو دیکھا ہے جب سے گرم عتاب
آرزو کو ہے خودکشی کی ہوس

کر سکیں بھی تو ہم فقیر ترے
ہجر میں تاجِ خسروی کی ہوس

ہجرِ ساقی کے دور میں حسرت
اب نہ مے ہے نہ میکشی کی ہوس

ردیف "ش"

پہچان وفا نہ کر فراموش
اے حسرت بیقرار خاموش

دیوانۂ حسن پاکدامان
ہے پردۂ دل میں عشق روپوش

اس عشوۂ نازنیں سے جلوے
ہیں دشمن عقل مصلحت کوش

پوشیدہ سکون یاس میں ہے
اک محشر اضطراب خاموش

آزاد ہیں قید میں بھی حسرت
ہم دل شدگانِ خود فراموش

سب ہیں تری انجمن میں بیہوش
نظارۂ حسن کا کسے ہوش

بیہوش کیا ہے سب کو تو نے
اب جسکو خدائے ہوش دے ہوش

ہو جاؤ نثار حسرت عشق پر
اے دانش و اے قرار دادۂ ہوش

تم آئے کہ ختم ہو گئے ہم
باقی تھے مگر اسی لیے ہوش

ہم عرصۂ حشر میں بھی حسرت
پہچان گئے انھیں نہ ہے ہوش

اک بڑی منزل پر خوف و خطر ہے درپیش
روح کو عالم بالا کا سفر ہے درپیش

محفلِ حسن میں سب جمع ہیں خوبانِ جہاں
امتحانِ دلِ اربابِ نظر ہے درپیش

غم یہ کھائے لیے کہ نالوں میں نہیں کیوں تاثیر
وہ جو مضطر ہیں تو اب رنجِ اثر ہے درپیش

اب ہے کوئی کہ ہم اہل نظر جائیں کہاں
ہر طرف مسئلۂ عشق بشر ہے درپیش

فکرِ دنیا کے بکھیڑے بھی غضب ہیں حسرت
ہر دم ایک مسئلۂ نفع و ضرر ہے درپیش

ردیف "ص"

کیوں نہ مقبول ہو دعائے خلوص
کہ اثر خود ہے خاکِ پائے خلوص

عشق ناکام بھی نہیں ناکام
وہ جو ہو جائے رہنمائے خلوص

بے کسی ہائے عاشقی کو سلام
جن پہ قائم ہوئی بنائے خلوص

ہم ہیں عہدِ ازل سے انکے مرید
ابتدا سے ہے انتہائے خلوص

میرا ان کا معاملہ حسرت
سربسر اک ہے ماجرائے خلوص

ردیف "ض"

کچھ نہ ابدال سے پہنچا ہے نہ اوتاد سے فیض
جسکو پہنچا ہے سو پہنچا ہے تری یاد سے فیض

لذتِ دردِ محبت ہے مری جان پہ ختم
جس نے پایا ہے ترے شیوۂ بیداد سے فیض

تیرے گیسو کی اڑا لائی تھی خوشبو جو نسیم
مجھکو پہنچا ہے اسی نکہتِ برباد سے فیض

دولتِ غم سے جو معمور ہیں عشاق کے دل
سب نے پایا ہے مری خاطرِ ناشاد سے فیض

ردیف "ط"

دل ہے غرق شادمانی جان سیراب نشاط ۔ وصل کی شب ہے بہم ہیں جملہ اسباب نشاط
حسرتیں وقف طرب ہیں آرزو محو سرور ۔ بخت نے کھولا ہے روئے شوق پر باب نشاط
ہیں فراہم اہل ذوق آمادہ ہے بزم طرب ۔ اہتمام نغمہ سنجی میں ہیں ارباب نشاط
ہو گئی جوشش تمنا سے مبدل بیخودی ۔ ساز حیرت پر لگی جو وقت مضراب نشاط
کامیاب عیش بجا ہے دل عشرت نصیب ۔ آرزو کے سر سے گذر جائے ہو آب نشاط
ساز و سامان خرد سرمایہ ہوش و حواس ۔ آج لیجائے بہا کر سب کو سیلاب نشاط
رشک سے بیتاب ہے نیرنگئی دور فلک ۔ ہوشیار اے بیخبر اے غافل خواب نشاط
ہے اسی کا نام حرمان اتم اے وصل یار ۔ خاطر محروم حسرت کو نہیں تاب نشاط

سخت مشکل ہے عشق یار کی شرط ۔ جان زار و دل فگار کی شرط
دیکھ لیتے ہیں اب وہ نامۂ شوق ۔ ہے مگر پھر بھی اختصار کی شرط
بن گیا کام ہو گئی پوری ۔ کرم یار بے اختیار کی شرط
کون پوری کرے تمھارے سوا ۔ شوق بے صبر و بیقرار کی شرط
منزل عشق طے کرو حسرت ۔ گل کی یاں شرط ہے نہ خار کی شرط

کام آئی کچھ نہ عاشق نالاں کی احتیاط ۔ داماں کی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط
مجھ پر گدا سمجھ کے بھی کرتا نہیں نظر ۔ دیکھے تو کوئی اس شہ خوباں کی احتیاط
لازم ہے ابتدائے محبت میں ضبط شوق ۔ مکتوب میں ضرور ہے عنوان کی احتیاط
آن سے ملے تو پھر ہیں وہی ہم وہی شراب ۔ وابستہ فراق تھی ہجراں کی احتیاط
حسرت میں خوش ہوں لیکن مرے زخم دل سے ہے ۔ مخصوص تیر یار کے پیکاں کی احتیاط

ردیف "ظ"

نہ کر بزم ساقی میں انکار واعظ ۔ نکل جائیں گے رند میخوار واعظ
نہ قائل ہوئے تجھ سے نہ ہونگے نہ ہیں ہم ۔ بڑھاتا ہے ناحق کو تکرار واعظ
یہ ظاہر کا سب زہد و تقویٰ ہے حسرت ۔ حقیقت میں یارو نکما ہے یارو واعظ
اب دل زار کا خدا حافظ ۔ ایسے بیمار کا خدا حافظ

ہو قفس میں بھی جسکو شوقِ چمن — اس گرفتار کا خدا حافظ
شوقِ لرزاں کا حال ہے جو یہی — جامِ سرشار کا خدا حافظ
پرسشِ جرمِ عشق واں ہے شروع — مجھ گنہگار کا خدا حافظ
خوابِ غفلت کے دور میں حسرت — دلِ بیدار کا خدا حافظ

ردیف "ع"

الوداع اے ماہِ رمضان الوداع — الوداع اے مونسِ جاں الوداع
تجھ سے روشن تھا سوادِ ملکِ جاں — اے چراغِ نورِ ایماں الوداع
اے زمانِ رحمتِ حق الفراق — اے محبِ اہلِ عصیاں الوداع
اے نشانِ شانِ صبر و فقر و عشق — شاہدِ عشاقِ حیراں الوداع
لذتِ افطار و اے لطفِ سحر — تم میں تھا عیشِ فراواں الوداع
عینِ راحت تجھ سے تھی تکلیفِ قید — اے انیسِ اہلِ زنداں الوداع
قدر جانی کچھ نہ تیری اے عزیز — تجھ سے حسرت ہے پشیماں الوداع

ردیف "غ"

دل نہ تھا بیخ ہجرِ یار کا داغ — کیا ہوا آہ وہ زمانِ فراغ
کر نہ ہم غمزدوں پہ جور اتنا — گل نہ ہو جائے عاشقی کا چراغ
چھیڑ ناحق نہ اے نسیمِ بہار — سیرِ گل کا یہاں کسے ہے دماغ
ہم نے ڈھونڈھا بہت مگر حسرت — نہ ملا دل میں خرمی کا سراغ

تا قیامت رہے قائم مری سرکار کا باغ — وہ جسے کہتے ہیں سب حضرت انوار کا باغ
خاص آرام گہ حضرت وہاب شہید — شاہ رزاق کا وا کی شہِ ابرار کا باغ
در و دیوار سے یاں جلوۂ حق کی ہے نمود — ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ
مئے عرفاں کی لگی رہتی ہے ہر وقت سبیل — جائے رحمت ہے یہ رندانِ قدح خوار کا باغ
ثمرِ دیں ہیں یہاں یا شجرِ طیبِ عشق — باغ بھی کون ہے یہ نور کے انبار کا باغ
اہلِ دل کہتے ہیں سر کردۂ عشاق جسے — عاشقو ہے یہ اسی قافلہ سالار کا باغ

ہدیۂ حسنِ عقیدت ہیں یہ گلہائے خلوص
نذرِ رزاق ہے حسرت مرے اشعار کا باغ

ردیف "ف"

وہ شوخ عجب کیا ہے مجھ سے جو نہیں واقف
گمناموں سے ہوتا ہے کوئی بھی کہیں واقف

ہم عشق کے بندوں کو اسلام سے کیا مطلب
اس بات سے خود ہوگا وہ دشمنِ دیں واقف

تقریبِ محبت کی کیا خوب وہ تھی ساعت
جس وقت ہوا مجھ سے وہ ماہ جبیں واقف

ناکامیِ بے حد کا رہتا ہے کرم ہم پر
ہم درد کے خوگر ہیں درماں سے نہیں واقف

بیکار تو لے دولتِ حسرت کو نہ اے لالچ
ہے تیرے بکھیڑوں سے وہ خاک نشیں واقف

وہ تو کردیں مرا قصور معاف
میں ہی کہتا نہیں حضور معاف

میں ہوں تیری جفا سے بھی راضی
شکوۂ عقلِ بے شعور معاف

سادگی ہم گناہ گاروں کی ہے
سب کرالے گی قصور معاف

ہو فرو کچھ تو انتظار کی آگ
گریۂ شوقِ ناصبور معاف

ان کے قدموں پہ گر بھی جا حسرت
یوں نہ ہوگا ترا قصور معاف

احباب سے مخصوص نہ اغیار پہ موقوف
عیشِ دو جہاں ہے کرمِ یار پہ موقوف

کر سکتے ہیں خاموش بھی ہم دین کی خدمت
یعنی یہ نہیں شورشِ اخبار پہ موقوف

قوموں کی ترقی کے ہیں کچھ اور ہی اسباب
جو ڈاک پہ موقوف نہ ہیں تار پہ موقوف

آساں نہیں اقوال سے اخراجِ نتائج
یہ بات ہے کچھ دانشِ آثار پہ موقوف

منصور کی سولی پہ نمایاں ہوئی عظمت
ہے طنطنۂ اہلِ رضا دار پہ موقوف

قوت کی جو پوچھو تو یہ ہوتی ہے ہمیشہ
اقوام میں افراد کے ایثار پہ موقوف

کیا چیز تھی حسرت غمِ جاناں کی فراغت
جس کا ہے بیاں میرے دلِ زار پہ موقوف

ردیف "ق"

وصل کی شب رواں ہے سوئے فراق
آ چلی لو ہوا میں بوئے فراق

خود ہیں وہ جانِ آرزوئے وصال
یاد ہے ان کی آبروئے فراق

خو نہ ہائے وصلِ یار کے بعد
اب دکھائے خدا نہ روئے فراق

پھر افزائش سرور وصال — شوق کو پھر ہے جستجوئے فراق

غلغل عہد عیش سے حسرت — بڑھ کے ہے شورہائے ہوئے فراق

تجھ سے ہے حسن و جمال دو جہاں کی رونق — اے تری یاد مرے خانۂ جاں کی رونق

یاد ہیں اس گل رعنا کے جو نکلے آنسو — بن گئے دیدۂ خونبا یہ قستاں کی رونق

جا گزیں جب سے ہوئی تیری محبت دل میں — بڑھ گئی اور بھی اس جنس گراں کی رونق

مقدم یار کی آنکھوں میں کھنچی ہے جو بہار — قابل دید ہے چشم نگراں کی رونق

ہر طرف رندی و مستی کا نمودار ہے رنگ — ہے خرابی سے خرابات مغاں کی رونق

کیا نہیں شوق شہادت کو یہ کافی اعزاز — کہ مرا سر ہے ترے نوک سناں کی رونق

شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد — تازہ حسرت اثر و حسن بیاں کی رونق

کیوں نہ ہو اپنے اشتیاق میں فرق — آ گیا آپ کے مذاق میں فرق

مجھ سیہ بخت کے لئے نہ رہا — روز ہجر و شب فراق میں فرق

یاد ہے گی تری ہر دم ہا — آ گیا صدمۂ فراق میں فرق

جب ملے وہ ملی نظر سے نظر — نہ پڑا حسن اتفاق میں فرق

وہ جفا کار اور وفا حسرت — تیرے اب تک نہیں مراق میں فرق

نہ سنا اس نے کچھ بیان فراق — رہ گئے یونہیں کشتگان فراق

اک فسانہ ہے غم کا وہ بھی طویل — نہ سنیں آپ داستان فراق

خواہش دل ہے میزبان امید — وہ جو ہیں آج میہمان فراق

ہوم آنے سے یاد بھی تیری — ہو گئی ہے مزاجدان فراق

کچھ خیال وصال یار کے ساتھ — اور بھی بڑھ گئی ہے شان فراق

وہ بھی اب ہم سے ہو گئے ہیں جدا — جن کی نسبت نہ تھا گمان فراق

کب وہ آتے ہیں دیکھئے حسرت — ختم ہوتا ہے کب زمان فراق

ردیف "ک"

محروم طرب ہے دل دلگیر ابھی تک — باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک

اکبار سنی تھی سو میرے دلمیں ہے موجود
اے جانِ تمنا تری تقریر ابھی تک

سیکھی تھی جو آغاز محبت میں قلم نے
باقی ہے وہ رنگینیٔ تحریر ابھی تک

کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار
ہے خانۂ دل میں تری تصویر ابھی تک

تجھے حق پہ وہ بیشک کہ ہوتے تو ہوتا
دنیا میں بپا ماتم شبیر ابھی تک

گذرے بہت اُستاد مگر رنگ اثر میں
بیمثل ہے حسرت سخن میر ابھی تک

دل تیری طلب میں رہے بیتاب کہاں تک
اے بیخبر اے دشمن احباب کہاں تک

اب میں ہوں نخک جلوۂ مہتاب کا خواہاں
نظارۂ خورشید جہانتاب کہاں تک

ہے کب سے بپا اے جفا گردش گردوں
بیدار ہو اے محو طرب خواب کہاں تک

بچنے سے رہیں شوق کی بیباک نگاہیں
شرمائے گی وہ نرگس سیراب کہاں تک

محروم ہے اب تک ترے دیدار سے حسرت
آنکھوں کی یہ پابندی آداب کہاں تک

اچاہت مری چاہت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپ کے نزدیک

وہ بات بھی ممکن ہے جو دلدار ہو دلبر
جسکی کوئی صورت ہی نہیں آپ کے نزدیک

تعزیر کے لائق بھی ہے خواہش مرے دل کی
درخورد ملامت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کیا حال کہے کوئی کہ درباں کے ستم سے
آنے کی اجازت ہی نہیں آپ کے نزدیک

اگلی سی نہ راتیں ہیں نہ گھاتیں ہیں نہ باتیں
کیا اب میں وہ حسرت ہی نہیں آپکے نزدیک

غزل

بکھرے رخ روشن پہ جو ہیں گیسوئے شب رنگ
نکلا ہے ترے حسن دل آرا کا عجب رنگ

کیا کیجے بیان اُس تن نازک کی حقیقت
خوشبو میں ہے گل بو تو لطافت میں ہے سب رنگ

سب سیکھ لیا غیر سے افسون شرارت
باقی وہ کہاں سادگیٔ یار کا اب رنگ

دل خون ہوے جاتے ہیں ارباب نظر کے
رکھتی ہے قیامت کا تری سرخیٔ لب رنگ

حسرت تری اس پختہ کلامی کی ہے کیا بات
پایا ہے کسی اور سخنور نے یہ کب رنگ

عہد مستی کے اب کہاں وہ رنگ
ساغر بادہ ہے نہ کاسۂ ننگ

ایسی پھر شب نصیب ہو کہ ہنسو
ساقی ماہ وش کرے نہ درنگ

خوب تھا وہ زمان رسوائی
خوب تر تھی وہ عقل و عشق کی جنگ

آہ وہ شہر کانپور کی شام
وہ لب نہر وہ کنارہ گنگ

ہیں طلب گار شوق گوناگون
حسن کے جلوہ ہائے رنگا رنگ

بڑھ چلا جوش آرزو حسرت
ختم ہونے کو آئی قید فرنگ

دیدنی ہیں دل خراب کے رنگ
آہ اس چشم پُر حجاب کے رنگ

فصل گل میں پڑیں تو خوب کھلیں
خرقۂ زہد پر شراب کے رنگ

شوق مے دل میں لب ہیں جو شراب
ہم پہ روشن ہیں سب جناب کے رنگ

قابل دید ہیں وصال کی شب
آرزوہائے کامیاب کے رنگ

مستیٔ شوق یار سے ہیں عیاں
سرخوشیہائے بے حساب کے رنگ

میری مایوسیوں سے ہیں پیدا
کشمکش ہائے اضطراب کے رنگ

دل کے ہاتھوں بہت رہے ہیں خراب
حسرت خانماں خراب کے رنگ

ردیف "ل"

ازبسکہ حسن یار ہے خوبی سے جان دل
لائے کہاں سے روز کوئی ارمغان دل

راہ وفا میں قہر ہوئی ظلمت فراق
محرومیوں نے لوٹ لیا کاروان دل

یک قطرۂ خون بھی سینۂ عشاق میں نہیں
اُس شوخ کو مگر ہے ابھی تک گمان دل

ٹھہرا ہے اک نگاہ کرم پر معاملہ
اے لطف یار مفت ہے جنس گران دل

ہیں خون آرزو سے جو سیراب داغ یاس
ہم رنگ نوبہار ہے حسرت خزان دل

قوی دل شادمانہ دل پارسا دل
ترے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل

لگا دو آگ عذر مصلحت کو
کہ ہے بیزار اس شے سے مرا دل

جفاکاری ہے تسلیم ستم بھی
نہ ہوگا تابع جور و جفا دل

غلط ہے قول عقل مصلحت کوش
نہ اس جانب کریگا اعتنا دل

لگا کر آنکھ اس جان جہاں سے
نہ ہوگا اب کسی سے آشنا دل

مٹے افکار گوناگوں کے جھگڑے
تجھے غم کو نہ دے کیونکر دعا دل

نہ پہنچے گی کبھی کیا گوش تک
قفس سے اُڑ کے فریاد عنادل

توانائے صداقت ہے تو ہرگز — نہ ہوگا پھیر و باطل مرادل

بڑی درگاہ کا سائل ہوں حسرت — بڑی امید ہے میری بڑا دل

پہروں میں اک ہجوم محبت ہے آج کل — اس شوخ کی کچھ اور ہی صورت ہے آج کل

اے حسن یار میں اب تجھسے کیا کہوں — دل کا جو حال تیری بدولت ہے آج کل

مستور کس حجاب میں ہے وہ جمال پاک — اہل نظر کو جس سے عقیدت ہے آج کل

ساقی سے فصل گل میں کریں کیوں سوال مے — کیا التماس کی بھی ضرورت ہے آج کل

پرتاب گڑھ میں ہمکو تری یاد کے سوا — حاصل ہر ایک شغل سے فرصت ہے آج کل

حسرت وہ سوز خاص جو ہو حاصل فراق — تیرے سخن میں اسکی بھی لذت ہے آج کل

روز محشر سایہ گستر ہے جو دامان رسولؐ — تاب و فرخ سے ہیں بے پروا غلامان رسول

نور سے ایمان خالص کے منور تھا جہاں — اب کہاں سے آئے وہ عہد درخشان رسول

رہنمائے گمرہاں و سرگروہ مقبلان — عاشق و معشوق یزدان جان و جانان رسول

مقتدائے سالکان و مخزن اسرار حق — پادشاہ عاشقان و گنج عرفان رسول

نور چشم فاطمہؓ مہر درخشان علیؑ — غوث اعظمؓ شاہ جیلاں ماہ تابان رسول

حسرت محروم ہے امیدوار التفات — اس طرف بھی اک نظر اے میر سامان رسول

ردیف "م"

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام — دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

حیرت غرور حسن سے شوخی سے اضطراب — دل نے بھی تیرے سیکھ لئے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خود بخود — رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

نشو و نمائے سبزہ و گل سے بہار میں — شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام

اس نازنیں نے جب سے کیا ہے وہاں قیام — گلزار بن گئی ہے زمین دکن تمام

اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں — پھیلے گی یوں ہی شورش حب وطن تمام

شیرینیٔ نسیم ہے سوز و گداز میر — حسرت ترے سخن پہ ہے لطف سخن تمام

کیا ہی شرمندہ چلے ہیں دل مجبور سے ہم — آئے تھے اونکی زیارت کو بڑی دور سے ہم

اسکے غمخوار بنے کیا کہ ہوئے خود بھی خراب
کاش مانوس نہ ہوتے دل رنجور سے ہم

ہجر میں تیری نہ دنیا ہی سے بیزار تھا دل
خلد میں بھی تو مخاطب نہ ہوئے حور سے ہم

ربط باہم کی ہو کیا شکل کہ آگاہ نہیں
دل رنجور سے تم خاطر مسرور سے ہم

حسرت آئیگی تسلی کو یہاں رنج نسیم
قید ہو کے ہیں جفا کیش عجلت پور سے ہم

تصور میں وہ شوخ تھا ہم سے باہم
عجب لذت بیخودی تھی فسرا ہم

سب آئے پر اک تو نہ آیا نہ آیا
ترا دیر دیکھا کیے راستا ہم

رہا لبکہ عشق بتاں مسلک دل
بجا نا کسی نے کہ ہیں باخدا ہم

کہاں دل کہاں وصل جاناں کی خواہش
کجا وہ شہنشاہ خوباں کجا ہم

غریبوں سے کہتی ہے رحمت یہ انکی
کہ ہیں بینواؤں کے حاجت روا ہم

وہ ہیں درپے صلح پھر بھی خفا ہیں
یہ مطلب ہے انکا کریں ابتدا ہم

جہاں منتجی ہے بادشاہی کی دولت
اسی در کے ہیں ایک حسرت گدا ہم

اس تغافل پہ بھی کرتے ہیں تجھی کو یاد ہم
کتنے ہیں مجبور دیکھ او بانی بیداد ہم

عقل آب آئی ہمیں جب ہو چکا ناکام دل
رحم کب آیا انھیں جب ہو چکے برباد ہم

ہر طرف پیش نظر ہے وہ جمال دلفریب
دیکھتے ہیں یوں بہار گلشن ایجاد ہم

قید تنہائی میں بھی تنہا نہیں اے یاد یار
آج یہ عقدہ کھلا ہم پر کہ ہیں آزاد ہم

مار ڈالا مجھکو حسرت یوہیں جب اپنے کہا
ماننا ہوگا تجھے کرتے ہیں جو ارشاد ہم

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بیدلی ہمرہاں سے ہم

اے یاد یار دیکھ کہ باوصف رنج ہجر
مسرور ہیں تری خلش ناتواں سے ہم

اے زاہد خشک تیری ہدایت کے واسطے
سوغات عشق لائے ہیں کوئے بتاں سے ہم

بیتابیوں سے چھپ نہ سکا حال آرزو
آخر بچے نہ اس نگہ بدگماں سے ہم

پیرانہ سر بھی شوق کی ہمت بلند ہے
خواہان کام جاں ہیں جو اس نوجواں سے ہم

مایوس بھی تو کرتے نہیں تم ز راہ ناز
تنگ آ گئے ہیں کشمکش امتحاں سے ہم

خلوت بنیگی تیرے غم جاں نواز کی
لینگے یہ کام اپنے دل شادماں سے ہم

ہے انتہائے یاس بھی اک ابتدائے شوق
پھر آ گئے وہیں پہ، چلے تھے جہاں سے ہم
حسرت پھر اور جا کے کریں کس کی بندگی
اچھا جو سر اٹھائیں بھی اس آستاں سے ہم

کر دیں انھیں پیش نذرِ جاں ہم
بے صرفہ نہ جائیں رائگاں ہم
کر لے جو ستم ہوں تجھکو منظور
اے نخوتِ یار پھر کہاں ہم
سمجھو تو سنائیں حال دل کا
تقریرِ نظر میں بے زباں ہم
پوچھو جو کرو گے تم ہمیں قتل
کہتے ہیں وہ کس ادا سے ہاں ہم
اے کاش قفس میں تو نہ سنتے
افسانۂ جورِ باغباں ہم
کچھ آپ سے تو نہیں شکایت
ہیں شکوہ گزارِ آسماں ہم
کیا شوق بہار ہے کہ حسرت
رکھتے ہی نہیں غمِ خزاں ہم

ردیف ن

ہوں ناکامیوں نے عشق کا کہنا کروں
ہو کے واقف لطفِ غم سے التجا تو کیا کروں
کی شب بھی ہوئی جاتی ہے صرفِ اضطراب
اس ہجومِ آرزو کو یا الٰہی کیا کروں
ہے تم چھپنے لگے اچھا کیا یونہی سہی
اور جو میں اب دیدۂ دل سے تمہیں دیکھا کروں
ے لطفِ بندہ پرور کا ہوں اک ادنیٰ غلام
میری کیا طاقت کہ عشقِ یار کا دعویٰ کروں
ے تمگر مجھسے گو ترکِ وفا ممکن نہیں
میں کروں لیکن کبھی ایسا تو کیا بیجا کروں
حسرت اس دیر آشنا کی آرزو آساں نہیں
دل میں پہلے ضبطِ غم کا حوصلہ پیدا کروں

آوارۂ دشتِ جستجو ہیں
ہم خانہ بدوشِ آرزو ہیں
دشوار ہے اہتمامِ تمکیں
ہم ایسے کہ ہلاکِ گفتگو ہیں
اس درجہ غرور نا روا ہے
مانا کہ حضور خوب رو ہیں
ناواقفِ بے ثباتیِ گل
بلبل ہیں کہ محوِ رنگ و بو ہیں
ہم زخمیِ تیغِ عشق حسرت
بیگانۂ خواہشِ رفو ہیں

بدلِ لذتِ آزار کہاں سے لاؤں
اب تجھے اے ستمِ یار کہاں سے لاؤں
ہے وہاں شانِ تغافل کو جفا سے بھی گریز
التفاتِ نگہِ یار کہاں سے لاؤں

نور عنقا ہے شب ہجر کی تاریکی میں جلوۂ صبح کے آثار کہاں سے لاؤں
صحبت اہل صفا خوب ہے مانا لیکن رونق خانۂ خمار کہاں سے لاؤں
شعر میرے بھی ہیں پُر درد لیکن حسرتؔ میر کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

اے تلک اے افتخارِ جذبۂ حبِ وطن حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن
تجھ سے قائم ہے بنائے آزادیٔ بیباک کی تجھ سے روشن اہلِ اخلاص و صفا کی انجمن
سب سے پہلے تو نے کی برداشت اے فرزندِ ہند خدمتِ ہندوستاں میں کلفتِ قید محن
ذات تیری رہنمائے راہِ آزادی ہوئی تھے گرفتار غلامی ورنہ یاران وطن
تو نے خودداری کا پھونکا اے تلک ایسا فسوں یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسم کہن
ناز تیری پیروی پر حسرتِ آزاد کو اے تجھے قائم رکھے تا دیر ربِ ذوالمنن

خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں
عقل صبر آشنا سے کچھ نہ ہوا شوق کی بیقراریاں نہ گئیں
دن کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں شب کی اختر شماریاں نہ گئیں
ہوش یاں سدِ راہِ علم رہا عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں
تھے جو ہم رنگِ ناز اُن کے ستم دل کی امیدواریاں نہ گئیں
حسن جب تک رہا نظارہ فروش صبر کی شرمساریاں نہ گئیں
طرزِ مومن میں مرحبا حسرتؔ تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں میری پرہیزگاریاں نہ گئیں
مر کے بھی خاکِ راہِ یار ہوئے اپنی الفت شعاریاں نہ گئیں
اشکباری سے سوزِ دل نہ مٹا آہ کی شعلہ باریاں نہ گئیں
حسن کی دلفریبیاں نہ گھٹیں عشق کی تازہ کاریاں نہ گئیں
سب نے چھوڑا تجھے مگر حسرتؔ درد کی غمگساریاں نہ گئیں

گرفتارِ محبت ہوں اسیرِ دامِ محنت ہوں میں رسوائے جہانِ آرزو ہوں یعنی حسرتؔ ہوں
عجب انداز ہے میرے مزاجِ لاابالی کا نہ ممنونِ تمنا ہوں نہ مشتاقِ مسرت ہوں

مری بیتابیوں کا قول ہے ہم جاں تپکیں ہیں
مری افتادگی کہتی ہے تاج فرق عزت ہوں

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانۂ رسم شکایت ہوں

کمال خاکساری پر ہے بے پروائیاں حسرت
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

گریباں چاک ہیں گلہائے رنگیں صحن بستاں میں
قیامت کا اثر تھا نالہ ہائے عندلیباں میں

نگاہ یار بھی کس کس ادا سے لطف کرتی ہے
تغافلہائے بیجا میں نوازش ہائے پنہاں میں

نگاہ شوق کیونکر کامیاب شادمانی ہو
غضب کا رعب ہے اس شوخ کے حسن نگہباں میں

قیامت کا تعلق ہے قیامت کی محبت ہی
مرے زخموں کی گویا جان ہے تیرے نمکداں میں

مجھے معلوم ہے پھر جوش الفت رخنہ ڈالیگا
ترے عہد تغافل میں مرے پیمان حرماں میں

الٰہی خیر میرے عہد ترک میگساری کی
ہجوم شوق میں ہنگامۂ فصل بہاراں میں

اثر کا مصرعہ رنگیں پسند طبع حسرت ہے
قیامت ہو گئے ان کے تبسم ہائے پنہاں میں

ہم پر بھی مثل غیر ہیں کیوں مہربانیاں
اے بدگماں یہ خوب نہیں بدگمانیاں

حسرت ہی یادگار زمان جنوں ہنوز
باقی ہیں شوق یار کی اب تک نشانیاں

طاعت گزار ہوں دل حسرت پسند کا
ناکامیاں ہیں میرے لئے کامرانیاں

رنگ بہار باغ ہے مہماں یک نفس
اے وائے عندلیب تری شادمانیاں

ٹھہرا لیے ہے ضبط شوق یہ آکر معاملہ
اس درجہ آرزو کی بڑھیں بے زبانیاں

حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں
یاد آگئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترک الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

نہ چھیڑ اے ہمنشیں کیفیت صہبا کے افسانے
شراب بیخودی کے مجھکو ساغر یاد آتے ہیں

رہا کرتے ہیں قید ہوش میں اے وائے ناکامی
وہ دشت خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترک محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھکر یاد آتے ہیں

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

بے زبانی ترجماں شوق بیحد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار عیش کی
اب نظر کاہیکو آئیں گی یہ تصویریں کہیں

التفات یار تھا اک خواب آغاز وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

تیری بےصبری ہے حسرت خامکاری کی دلیل
گریہ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

عشق میں جان سے گذر جائیں
اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں

یہ نہیں ہیں کہ قصر یار سے رونہ
بےخطر آکے بےخبر جائیں

جامہ زیبی نہ پوچھیے اُن کی
جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں

شب وہی شب ہے دن وہی دن ہیں
جو تری یاد میں گذر جائیں

روش تک بھی بلائے جان ہیں وہ بال
جانے کیا ہوں جو تا کمر جائیں

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

قصۂ شوق کہوں درد کا افسانہ کہوں
دل ہو قابو میں تو اس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں

خود ہے اقرار نہیں اپنی ستمگاری کا
پھر بھی اصرار ہے مجھ سے کہ میں ایسا نہ کہوں

آپ بیٹھیں تو سہی آکے مرے پاس کبھی
کہ میں فرصت میں حدیث دل دیوانہ کہوں

ہم سے ہو پیروی حق کا سرانجام کہاں
دیکھیں اس صبح صداقت کی ہو اب شام کہاں

عشق میں صبر و سکون اے دل ناکام کہاں
اُس دلارام کی خواہش ہے تو آرام کہاں

خاص تعزیر کے لائق ہے گنہگاری عشق
درخور جاں ہے تری سرزنش عام کہاں

پند ناصح وہ سنے خوف ملامت ہو جسے
پاس ناموس کہاں عاشق بدنام کہاں

حسرت زار ہو اور کشمکش یاس و امید
اب وہ بالیدگی شوق کا ہنگام کہاں

دیدار کی امید میں کرتا ہوں خطائیں
کس درجہ ہوں گرویدۂ ارباب عطا میں

شاہوں کے تکبر سے بھی دبکر نہ رہا میں
کس بارگہ خاص کا آخر ہوں گدا میں

دیکھے کوئی نیرنگ محبت کے یہ نقشے
کرتے ہیں جفا آپ تو دیتا ہوں دعا میں

اغیار میں اک رشک سے برپا ہے قیامت
حالانکہ ترے پاس نہ آیا نہ گیا میں

فریاد سراپا ہے مرے شوق کی ہستی
گویا کہ ہوں اک آہ مسلسل کی صدا میں

تعزیر کے قابل نہیں گستاخی ارماں
اس راہ پہ جب تو نے چلایا تو چلا میں

آزادگیٔ شوق بھی کیا شے ہے کہ حسرت
جانا نہ کسی نے وہ خفا ہیں کہ خفا ہیں

کیسے چھپاؤں رازِ غم دیدۂ تر کو کیا کروں
دل کی تپش کو کیا کروں سوزِ جگر کو کیا کروں

غم کا نہ دل میں ہو گزر، وصل کی شب ہو یوں بسر
سب یہ قبول ہے مگر خوفِ سحر کو کیا کروں

حال مرا تھا جب بتر تب تو ہوئے نہ تم خبر
بعد مرے ہوا اثر، اب میں اثر کو کیا کروں

دل کی ہوس مٹا تو دی انکی جھلک دکھا تو دی
پر یہ کہو کہ شوق کی "بارِ دگر" کو کیا کروں

شورشِ عاشقی کہاں اور مری سادگی کہاں
حسن کو تیرے کیا کہوں اپنی نظر کو کیا کروں

حسرتِ نغز گو ترا کوئی نہ قدر داں ملا
اب یہ بتا کہ میں ترے عرضِ ہنر کو کیا کروں

ان کو دیکھوں یہ مجھ میں تاب کہاں
لے چلا ہے دلِ خراب کہاں

عارضِ بیخودی ہے رنجِ خمار
اب وہ بدمستیٔ شراب کہاں

بیمثالی کی ہے مثال وہ حسن
خوبیٔ یار کا جواب کہاں

حشر و پشتارۂ ثواب کا بار
میں کہاں اور یہ عذاب کہاں

تھا جو مرغوبِ عاشقی حسرت
اب وہ ہنگامِ اضطراب کہاں

پیروِ مسلکِ تسلیم و رضا ہوتے ہیں
ہم تری راہِ محبت میں فنا ہوتے ہیں

شرم کر شرم کہ اے جذبۂ تاثیرِ وفا
تیرے ہاتھوں وہ پشیمانِ جفا ہوتے ہیں

نہ اثر آہ میں کچھ ہے نہ دعا میں تاثیر
تیر ہم جتنے چلاتے ہیں خطا ہوتے ہیں

لذتِ درد نہ کیوں اہلِ ہوس پر ہو حرام
کہ وہ کمبخت طلبگارِ دوا ہوتے ہیں

کشورِ عشق میں دنیا سے نرالا ہے رواج
کام جو بن نہ پڑیں یاں وہ روا ہوتے ہیں

جسم ہوتا ہے جدا جان سے گویا حسرت
آسماں اُن سے بچھڑتا ہے جدا ہوتے ہیں

جلوۂ یار نہ چھپ جائے سرِ بام کہیں
جلد لے حوصلۂ دید مجھے تھام کہیں

بزمِ ساقی کا یہ کیا حال ہوا میرے بعد
خم کہیں ہے تو صراحی ہے کہیں جام کہیں

آہ کہنا وہ ترا پاس کے مجھے گرمِ نظر
ایسی باتوں سے نہ ہو جاؤں میں بدنام کہیں

ہیچ بیسود ہے حاصل ہو یونہیں کاش نجات
مار ہی ڈالے کہیں وہ بتِ خود کام کہیں

کچھ کچھ اس راز کی ہم کو بھی خبر ہے حسرت
آپ جاتے ہیں جو روزانہ سرِ شام کہیں

ناکشان عجز انکسار ہم بھی ہیں
خراب گردش لیل و نہار ہم بھی ہیں

فلک وقار و ملک اقتدار ہم بھی ہیں
یہ فخر ہے کہ ترے خاکسار ہم بھی ہیں

دل ہوس جو نشانہ تری نظر کا ہو
تو رشکِ شوق پکاری شکار ہم بھی ہیں

اسی سے چھپتے ہیں ہوتی ہے جب آنکی نظر
اگر یہی ہے تو امیدوار ہم بھی ہیں

کہیں بھی شام سے ساقی نہیں ملی ہے شراب
ستم رسیدۂ رنج خمار ہم بھی ہیں

نگاہِ یار سے اظہار التفات ہوا
تو حال دل نے کہا آشکار ہم بھی ہیں

شکایت انکی نہ چاہو، یہی کہو حسرت
نشانۂ ستم روزگار ہم بھی ہیں

اہل ایماں کہتے ہیں کامل بقولے جنوں
شانِ لاخوف علیہم شیوۂ لایحزنون

کامیاب و کامراں ہیں شاد کام و شادماں
گرچہ دیوانے ترے ظاہر میں ہیں خوار و زبوں

روشنی بخش دل و جاں ہو نہ کیوں انکا خیال
جسکے جلوے کی درخشانی ہے انوار العیوں

کچھ نہیں کھلتا مجھے لیجائیگا آخر کہاں
کسکی جانب ہے دلِ دیوانہ یارب رہنموں

کی بہت کچھ ہرزہ گردی اب یہ حسرت جی میں ہے
چھوڑ دوں سب آسرے اک انکی در کا ہو رہوں

جو غم شوق ہے دل میں مگر خاموش رہتے ہیں
چھپایا تھا یہ تم سے راز ہمنے آج کہتے ہیں

خدا جانے یہ اپنا حال کیا ہے ہجر جاناں میں
کہ آہیں لب تک آتی ہیں نہ اشک آنکھوں سے بہتے ہیں

خموشی کی عجب ہے گفتگو ہے وصل میں باہم
نہ کہتے ہیں وہ کچھ ہم سے نہ ہم کچھ ان سے کہتے ہیں

نہ دکھلائے خدا دشمن کو بھی دوری کے یہ صدمے
جو ہم اُن سے بچھڑ کر آجکل مجبور رہتے ہیں

مقرر ہے اور بھی پھر بنینگے لیکن کیا کریں حسرت
رہا جاتا ہے حالِ دل اگر خاموش رہتے ہیں

سب سے چھپتے ہیں چھپیں مجھ سے تو پردا نکریں
سیر گلشن وہ کریں شوق سے تنہا نکریں

دیکھیے شوق شہادت میں جھکی ہے گردن
آپ اسوقت ذرا پاس ہمارا نکریں

اب تو آتا ہے یہی جی میں کہ اے محو جفا
کچھ بھی ہو جائے مگر تیری تمنا نکریں

ہیں جو مجبور تو مجبور کیا پرسش ضرور
وہ مسیحا ہیں تو بیمار کو اچھا نکریں

درد دل اور نہ بڑھ جائے تسلی سے کہیں
آپ اس کام کا زنہار ارادا نکریں

شکوۂ جور، تقاضائے کرم، عرض وفا
تم جو مل جاؤ کہیں ہمکو تو کیا کیا نکریں

نورِ جاں کیلئے کیوں ہو کسی کامل کی تلاش
عشق اور حسن سے بیزار ہو۔ زنہار نہ ہو
حال کھل جائیگا بیتابیِ دل کا حسرت
ہمنے اس بات کا شکوہ نکیا تھا نکریں
شوق جب حد سے گزر جائے تو ہوتا ہے یہی
رشک آتا ہے مجھے نور جو ہوتا ہے نثار
جان ہی سے نہ گزر جائیں کہیں اہلِ نیاز
دلِ وحشی کا کسی طرح تقاضا تو مٹے
سنکے قاصد سے مرا حال کہا تو یہ کہا
تو نے حسرت یہ نکالا ہے عجب ڈھنگ غزل

اک بار بس گیا جو کہیں اُنکی باس میں
ہم بیکسوں کا آپکو مطلق نہ ہو خیال
اللہ ری اُنکے حسنِ درخشاں کی گرمیاں
کیونکر کوئی سنائے تفصیلِ شوق کی وہ بات
آخر ہمارے صدقِ وفا کا اثر کبھی
بیتابیاں نثار ہیں جس پر نگاہ کی
حسرت ہجوم وقفِ یادِ شباب و جنوں ہنوز

ان سے ملکر شکوۂ بے اعتنائی پھر کہاں
اب بھی ہیں اہلِ ہوس نا قدردانِ شانِ حسن
سب ہماری زندگی ہی تک ہیں انکے چوچلے
شوق ہو کامل تو کیسا جورِ خوباں کا گلا
ہم ہو کیسے کوئی دنیا میں اگر اپنا نہیں
شرط ہے اکبار پیچھا نا تھا سے عشق میں

ہم تری صورتِ زیبا کا تماشا نکریں
ہم کبھی شکوہ کریں آپ کا بیجا نکریں
بار بار آپ انھیں شوق سے دیکھا نکریں

مشقِ بیداد میں ناحق وہ محابا نہ کریں
ورنہ ہم اور کرمِ یار کی پروا نہ کریں
بام پر آپ شبِ ماہ میں سویا نہ کریں
شوق سے ناز کریں وہ مگر اتنا نہ کریں
کیا کریں سر کو جو آمادۂ سودا نہ کریں
ہیں وہ بدنام ہمیں ہمکو بھی رسوا نکریں
اب بھی کیا ہم تری یکتائی کا دعوی نکریں

خوشبوئے حسن برسوں رہی اس لباس میں
آتی نہیں یہ بات ہمارے قیاس میں
چھالے سے پڑ گئے ہیں زبانِ سپاس میں
جو پڑ گئی ہو کشمکشِ التماس میں
ہوگا ضرور انکے دلِ حق شناس میں
ساقی چھلک رہی ہے وہ کیا شے گلاس میں
اس ضعف پر بھی فرق نہیں ہے حواس میں

شاد رہ لے دل کہ یہ لطفِ جدائی پھر کہاں
لے چلا ہے تمکو شوقِ خودنمائی پھر کہاں
ورنہ یہ ناز و غرورِ دلربائی پھر کہاں
باوفا ہم ہوں تو بیخ بیوفائی پھر کہاں
لیجئے جب یہ بھی تو فکرِ رہائی پھر کہاں
اس طلسمِ عشق سے امیدِ رہائی پھر کہاں

لوٹ لے گی پھر کے حسرت لذتِ آغازِ عشق — اُس ستمگر کا یہ رنگِ آشنائی پھر کہاں

ردیف "و"

اثرِ عشق سے نکلیں جو تمہارے آنسو — دامنِ جاں میں وہ لے لیجیے سارے آنسو
جلوۂ حسن سے رنگیں ہیں جو آنکھیں اُن کی — سرخ نکلے ہیں اسی رنگ کے مارے آنسو
دیکھ کر غیر کی محفل میں وہ آنکھیں مستِ شراب — نہ ہوا ضبط نکل آئے ہمارے آنسو
عالمِ حسن میں ہیں نور کی نہریں جاری — یا رواں عارضِ جاناں کے کنارے آنسو
گریۂ شوق سے تر ہیں جو تمہاری آنکھیں — بن گئے ہیں فلکِ حسن کے تارے آنسو
ہے محبت سے سروکار انہیں بھی حسرت — چشمِ جاناں میں یہ کرتے ہیں اشارے آنسو

کسی عنواں صبر آتا نہیں مجھ ناشکیبا کو — الٰہی کیا کروں اس خاطرِ محوِ تمنا کو
نہ تھی واقف جو میرے اشتیاقِ بے نہایت سے — نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں اس نگاہِ بے محابا کو
وہ خوابِ ناز میں تھے اور نہ تھے لے شوقِ پابوسی — نہ سمجھی پستیٔ ہمت تری اس لطفِ ایما کو
تمہیں بھی یاد ہوگا وہ زمانہ عیشِ ماضی کا — تمنا چاہتی ہے پھر اُسی لطفِ شناسا کو
پھر آئے اشک دورِ افتادگانِ بزمِ ساقی کے — مے رنگیں سے خالی دیکھ کر آغوشِ مینا کو
نگاہِ شوق میں چمکا دیا ہے اور بھی ظالم — ترے ظلمِ نمایاں نے ترے حسنِ خود آرا کو
عیاں سب حال ہو جاتا ہماری بے قراری کا — وہ خود بھی دیکھ سکتے کاش اپنے نازِ یکتا کو
چھپائے سو کہیں آثار چھپتے ہیں محبت کے — نہ دو الزام میرے اضطرابِ آشکارا کو
گزاری عمر شغلِ عاشقی میں مرحبا حسرت — نہ پاس آنے دیا غم ہائے بے پایانِ دنیا کو

دلجوئیِ اغیار سے فرصت نہیں تم کو — معلوم ہوا قدرِ محبت نہیں تم کو
مٹ جائیں گے گر اس شیوۂ بیباک پہ لاکھوں — مارا ہے مجھے اور ندامت نہیں تم کو
ڈرتے نہیں رسوائیِ عاشق سے بھی حسرت — دنیا میں تو پروائے ملامت نہیں تم کو

وہ اب یہ سمجھتے ہیں دکھایا کرے ہر تو مجھ کو — سمجھ لیا ہے جو مجبورِ آرزو مجھ کو

خواہش تمہیں گر ہے چاہنے والوں سے پردہ کیوں نہ ہو — کیوں نہ ہو اے دشمنِ اہلِ تمنا کیوں نہ ہو
محو ہیں اپنے ہی پرتو کے تماشا کیا ہو — جب ہوا ایسا تو علاجِ دلِ شیدا کیا ہو

کثرتِ حسن کی یہ شان نہ دیکھی نہ سنی
برق لرزاں ہے کوئی گرمِ تماشا کیا ہو

بےحجابی کا ہے یہ رنگ جو باوصفِ حجاب
بےنقابی پہ ترا جلوۂ یکتا کیا ہو

دیکھیں ہم بھی جو ترے حسنِ دلآرا کی بہار
اس میں نقصان ترا اے گلِ رعنا کیا ہو

ہم غرض مند کہاں مرتبۂ عشق کہاں
ہم کو سمجھیں وہ ہوس کار تو بیجا کیا ہو

دلفریبی ہے تری باعثِ صد جوشِ غرور
حال یہ ہو تو دلِ زار شکیبا کیا ہو

سات دن سے ہلنے لگی اس ستم ایجاد کی فریاد
حسرت اب دیکھیے انجام ہمارا کیا ہو

سر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو
کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو

بھول جاؤں میں نہیں ہو نہیں سکتا ناصح
"آگ لگ جائے تو ظالم ترے سمجھانے کو"

دیکھ لیں شمع کو تاثیرِ وفا کے منکر
جل بجھی خود بھی جلایا تھا جو پروانے کو

ہو کے سیراب کرم دل ہے دعا دوں ساقی
ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو

فرقتِ یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا
اشکِ خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو

دل یہ کہتا ہے میں ہوں دردِ محبت کا غلام
جس نے آباد کیا ہے مرے ویرانے کو

روح کہتی ہے مری جان ہے وہ نورِ جمال
کر دیا جس نے منور مرے کاشانے کو

برق کا قول مجھے یاد ہے اب تک حسرت
"زندگی کہتے ہیں دنیا سے گزر جانے کو"

کامرانی تجھے مبارک ہو
جاودانی تجھے مبارک ہو

لے ترا غم دلوں کو وجہِ سرور
شادمانی تجھے مبارک ہو

جاں فشانی مجھے نصیب رہے
دل ستانی تجھے مبارک ہو

مرقدِ عاشقاں پہ آخرِ کار
گل فشانی تجھے مبارک ہو

باہزاراں جمال و حسنِ کمال
نوجوانی تجھے مبارک ہو

ظلم غریبوں کی خستہ حالی پر
مہربانی تجھے مبارک ہو

[illegible] حسرت
قدردانی تجھے مبارک ہو

[illegible] ہو کے
[illegible] ہو منظور کیجیو

کیا [illegible] حسنِ فروزاں کی تجلی
ہو [illegible] کسی کو ہے تو [illegible]

بہ صد منہ پھیراں سے بھی ڈرتا نہیں کوئی — سے پہنچی ہے یاد انکی بہت دور کسی کو
طر ہی میں لاتا نہیں از رہ تجبر — وہ شوخ وہ بے مہر وہ مغرور کسی کو
یوں بھول سکتا تھا اگر مد نظر تھی — تسکین دل حسرت رنجور کسی کو

ہوں جان رضا جو نہ شہادت پہ فدا ہو — کون اوسکو نہ چاہیگا بھلا تم جسے چاہو
ل غم سے جو کہتا ہے محبت کا برا ہو — ایسے میں تری یاد کبھی آجائے تو کیا ہو
س آؤ تو کچھ دل کی تپش اور سوا ہو — ہرچند کہ تم درد جدائی کی دوا ہو
تجھے پاس تو منظور نظر راحت دل ہے — اب جان تمنا ہو جو تم ہم سے جدا ہو
مرتا ہے کسی شوخ جفاکار پہ حسرت — شاید یہ فسانہ کہیں تم نے بھی سنا ہو

سخت رنجور کر دیا ہمکو — دل نے مجبور کر دیا ہمکو
مجھسے بگڑے ہیں وہ کہ تو نے یہ کیا — سب میں مشہور کر دیا ہمکو
اس نے کی ایسی اک نظر کہ خراب — پھر بدستور کر دیا ہمکو
آہ کہنا وہ انکا وصل کی شب — تو نے مجبور کر دیا ہمکو
مار نے عشق یار کی حسرت — سر بسر نور کر دیا ہمکو

نہ سمجھے دل فریب آرزو کو — نہ ہم چھوڑیں تمہاری جستجو کو
تغافل اسکو کہتے ہیں کہ اس نے — مجھے دیکھا نہ محفل میں عدو کو
نہیں پانی تو میخانے میں اے شیخ — جو کچھ موجود ہے لاؤں وضو کو
سمجھتا ہی نہیں ہے کچھ وہ بدخو — نہ خود مجھکو نہ میری آرزو کو
نہ بھولا گھر کے اعدا میں بھی حسرت — تیرے فرمودۂ لا تقنطوا کو

پھر بھی ہے تمکو مسیحائی کا دعویٰ دیکھو — مجھکو دیکھو مرے مرنے کی تمنا دیکھو
جرم نظارہ پہ کون اتنی خوشامد کرتا — اب بھی وہ روٹھے ہیں لو اور تماشا دیکھو
کہنے سننے سے تو چھوٹینگے نہ وہ صحبت غیر — چال اب ہم بھی کوئی چلتے ہیں اچھا دیکھو
دو ہی دن میں وہ مروت ہے نہ وہ چاہ نہ پیار — ہم نے پہلے ہی یہ تم سے نہ کہا تھا دیکھو
ہم نہ کہتے تھے بناوٹ سے ہے سارا غصہ — ہنسکے لو پھر وہ انہوں نے کہا دیکھا دیکھو

مستیٔ حسن سے اپنی بھی نہیں تم کو خبر
کیا سنو عرض مری حال مرا کیا دیکھو

گھر سے ہر وقت نکل آتے ہو کھولے ہوئے بال
شام دیکھو نہ مری جان سویرا دیکھو

خانۂ جاں میں نمودار ہے اک پیکر نور
حسرتؔ آؤ رخ یار کا جلوا دیکھو

سامنے سب کے مناسب نہیں ہم پر یہ عتاب
سر سے ڈھل جائے نہ غصہ میں دوپٹا دیکھو

دوستو ترک محبت کی نصیحت ہے فضول
اور نہ مانو تو دل زار کو سمجھا دیکھو

وعدۂ وصل کو ہنس ہنس کے نہ ٹالو کل پر
تم نے پھر آج نکالا وہی جھگڑا دیکھو

سر کہیں بال کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو

غیر سے مل کے بھلا عذر کی حاجت کیا تھی
تم نے پھر مجھکو نہ کانٹوں میں گھسیٹا دیکھو

اب وہ شوخی سے یہ کہتے ہیں ستمگر ہیں جو ہم
دل کسی اور سے کچھ روز کو بہلا دیکھو

جان کیا چیز ہے رکھینگے جسے تم سے دریغ
ہو نہ باور تو کسی دن ہمیں فرما دیکھو

ہوس دید مٹی ہے نہ مٹے گی حسرتؔ
دیکھنے کے لیے چاہو انہیں جتنا دیکھو

سمجھ ہی میں نہیں آتا کچھ ایسے دلربا تم ہو
قیامت ہو غضب ہو قہر ہو آفت ہو کیا تم ہو

اندھیرے میں وہ آ لپٹے تھے پہلے کس لئے دھوکے میں
کہ جب آخر مجھے دیکھا تو شرما کر کہا تم ہو

زمانے میں اگر کوئی نہیں اپنا تو کیا پروا
کسی سے کیا غرض مجھکو کہ میرا آسرا تم ہو

رگ جاں سے بھی ہو نزدیک لیکن وائے محرومی
ابھی تک جانتے ہیں سب یہی تمکو جدا تم ہو

ندامت کیوں نہ ہو حسرتؔ غرور پادشاہی کو
سمجھنا چاہیے بیٹھا کسی کے کوچے کے گدا تم ہو

ردیف "ہ"

قابو میں نہیں ہے دل شیدائے مدینہ
کب دیکھئے بر آئے تمنائے مدینہ

خوشبوئے رسالت سے ہے ازبسکہ معطر (ق)
ہر ذرہ آبادی و صحرائے مدینہ

ہے بیخودی عشق حقیقی کا شناسا
ہر دل کہ ہے مخمور تولائے مدینہ

آتی ہے جو ہر شے سے یہاں انس کی خوشبو
دنیا سے کے محبت ہے کہ دنیائے مدینہ

ہے شام اگر گیسوئے احمد کی سیاہی
تو نور خدا صبح دلارائے مدینہ

دے وہ کہ سرور ابدی کا ہے طلبگار
پی ساغر دل سے مئے مینائے مدینہ

دُور غلبۂ اعدا سے نہ حسرت کہ ہے نزدیک — فرمائیں مدد سید والائے مدینہ

جن و ملک ہیں خدام درگاہ — سے تیتے سے تیرے ہو کون آگاہ
میں اور ولائے کفار گمراہ — استغفر اللہ۔ استغفر اللہ
کافی ہیں تیرے سودائیوں کو — جا بجا ہے روشن دل ہائے آگاہ
اس نازنین کی محفل میں ایکدن — لے چل مجھے بھی اے شوق ہمراہ
فرقت کی شب میں کیا ہو جو حسرت — آجائے مجھ تک وہ شوخ ناگاہ

دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ — میر بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ
حال دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن — آج میں در پئے اظہار ہوں شیئاً للہ
مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی — غلبۂ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ
پائے رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے ماندن — سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للہ
غوث اعظم سے جو مانگو گے ملیگا حسرت — پس کہو حاضر دربار ہوں شیئاً للہ

گھٹیگا تیرے کوچے میں وقار آہستہ آہستہ — بڑھیگا عاشقی کا اعتبار آہستہ آہستہ
جلائے شوق سے آئینۂ تصویر خاطر میں — نمایاں ہو چلا روئے نگار آہستہ آہستہ
ملا کر خاک میں مجھکو جھکی ہے شرم سے لیکن — اٹھے گی پھر وہ چشم فتنہ کار آہستہ آہستہ
اثر کچھ کچھ رہیگا وصل میں بھی رنج فرقت کا — دل مضطر کو آئیگا قرار آہستہ آہستہ
نہ آئیں گے وہ حسرت انتظار شوق میں نہیں — گزر جائینگے ایام بہار آہستہ آہستہ

بنا | ردیف "ی"

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے — وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد — ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے
خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد — جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے
امیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ — تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے
ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت — اب آگے تری خوشی ہے جو سرفراز کرے

لایا ہے دل پہ کتنی خرابی — اے یار تیرا حسن شرابی

پیراہن اس کا ہے سادہ رنگیں / یا عکس مے سے شیشہ گلابی
عشرت کی شب کا وہ دور آخر / نور سحر کی وہ لاجوابی
پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں / کیفیت اُن کی وہ نیم خوابی
اس قیدِ غم پہ قربان حسرت / عالی جنابی گردوں رکابی

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے / اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے
دل سے ارباب وفا کا ہے بھلانا مشکل / ہم نے یہ اُن کے تغافل کو سنا رکھا ہے
تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بسا رکھے ہیں / شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے
آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور / دل مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے
کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازوئے یار / ایک ہی وار میں سر تن سے جدا رکھا ہے
تجھ کو یار سے پیکان قضا کا مشتاق / دل مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے
اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت / تو نے ربط اُن سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

ہوا جس کی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہگاری / نشانِ شانِ رحمت بن گیا داغِ سیہ کاری
وفا سے دشمنی رکھ کر مرے دل کی طلبگاری / بہت مشکل ہے اس جنس گرامی کی خریداری
ہوئیں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا / نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئے جاناں کی ہواداری
نہیں غم جیب و دامن کا مگر ہاں فکر ہے اتنی / نہ اُٹھیگا مرے دست جنوں سے رنج بیکاری
نہ چھوڑا مرتے دم تک ساتھ بیمارِ محبت کا / قسم کھانے کے قابل ہے ترے غم کی وفاداری
نہ انکو رحم آتا ہے نہ مجھ سے صبر ہے ممکن / کہیں آسان ہو یارب محبت کی یہ دشواری
وفورِ اشتیاق ہم سے ہجوم شوق بے حد میں / مری آنکھوں سے ہے اک آبشار آنسو جاری
نہیں کھلتی مری نسبت تری اے حیلہ جو مرضی / کہ ہے اقرار دلجوئی نہ انکار ستمگاری
نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا سے / مبادا یک قلم اٹھ جائے تہذیبِ وفاداری
خوشی سے ختم کر لے سختیاں قیدِ فرنگ اپنی / کہ ہم آزاد ہیں بیگانہ رنجِ دل آزاری
نہ دیکھے اور دلِ عشاق پر پھر بھی نظر رکھے / قیامت ہے نگاہِ یار کا حسنِ خبرداری
یہی عالم رہا گر اس کے حسنِ سحر پرور کا / تو باقی رہ چکی دنیا میں رسمِ ہوشیاری

وہ جرمِ آرزو پہ جس قدر چاہیں سزا دے لیں — مجھے خود خواہشِ تعزیر ہے مجرم ہوں اقراری
چلا برسات کا موسم نہ چھوٹے قیدِ غم سے ہم — بڑی بے لطفیوں میں اب کی گزرا وقتِ میخواری
نسیمِ دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت — جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسونکاری

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی — اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
دشوار ہے رندوں پر انکارِ کرم یکسر — اے ساقیِ جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی
دل بسکہ ہے دیوانہ اس حسنِ گلابی کا — رنگیں ہے اسی رو سے شاید غمِ فرقت بھی
خود عشق کی گستاخی سب تجھکو سکھا لے گی — اے حسنِ حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی
عشاق کے دل نازک اس شوخ کی خو نازک — نازک اسی نسبت سے ہے کارِ محبت بھی
ہر چند ہے دل شیدا حریتِ کامل کا — منظور دعا لیکن ہے قیدِ محبت بھی
ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرت — پھر ضامن و محشر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

آنکھوں کو انتظار سے گرویدہ کر چلے — تم یہ تو خوب کارِ پسندیدہ کر چلے
اظہارِ التفات کے پردے میں اور بھی — وہ عقدہ ہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے
ہم بیخودوں سے چھپ نہ سکا رازِ آرزو — سب اپنے عرضِ حال کو نادیدہ کر چلے
تسکینِ اضطراب کو آئے تھے وہ مگر — بیتابیوں کی روح کو بالیدہ کر چلے
یہ طرفہ ماجرا ہے کہ حسرت سے مل کے وہ — کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

اربابِ اشتیاق سے پردا نہ چاہیے — اے حسنِ خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے
انکا ستم بھی عین کرم ہے خواص کو — اس کا مگر عوام میں چرچا نہ چاہیے
کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں — اس درجہ اعتبارِ تمنا نہ چاہیے
اخفائے عشق مدِ نظر ہو تو حسن سے — اظہارِ آرزو میں محابا نہ چاہیے
حسرت کی طرح اور بھی مشتاق ہیں بہت — اس حسنِ بے مثال کو چھپنا نہ چاہیے

روشِ حسن مراعات چلی جاتی ہے — ہم سے اور ان سے وہی بات چلی جاتی ہے
ہم سے ظاہر میں وہ ہر چند خفا ہیں لیکن — گاہ گاہے پرسشِ حالات چلی جاتی ہے
دن کو ہم ان سے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہم سے — رسمِ پابندیِ اوقات چلی جاتی ہے

اس ستمگر کو ستمگر ہم نہیں کہتے بنتا　　سعیِ تاویلِ خیالات چلی جاتی ہے
حیرتِ حسن نے مجبور کیا ہے حسرت　　وصلِ جاناں کی یونہیں رات چلی جاتی ہے

توڑ کر عہدِ کرم ناآشنا ہو جائیے　　بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے
میرے عذرِ جرم پر مطلق نہ کیجے التفات　　بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر کج ادا ہو جائیے
خاطرِ محروم کو کر دیجیے محوِ الم　　درپئے ایذائے جانِ مبتلا ہو جائیے
راہ میں ملیے کبھی مجھ سے تو از راہِ ستم　　ہونٹ اپنا کاٹ کر فوراً جدا ہو جائیے
گر نگاہِ شوق کو محوِ تماشا دیکھیے　　قہر کی نظروں سے مصروفِ سزا ہو جائیے
میری تحریرِ ندامت کا نہ دیجے کچھ جواب　　دیکھ لیجے اور تغافل آشنا ہو جائیے
مجھ سے تنہائی میں گر ملیے تو دیجے گالیاں　　اور بزمِ غیر میں جانِ حیا ہو جائیے
ہاں یہی میری وفائے بے اثر کی ہے سزا　　آپ کچھ اس سے بھی بڑھ کر پر جفا ہو جائیے
جی میں آتا ہے کہ اس شوخِ تغافل کیش سے　　اب نہ ملیے پھر کبھی اور بے وفا ہو جائیے
دل سے یادِ روزگارِ عاشقی دیجے نکال　　آرزوئے شوق سے ناآشنا ہو جائیے
کاوشِ دردِ جگر کی لذتوں کو بھول کر　　مائلِ آرام و مشتاقِ شفا ہو جائیے
ایک بھی ارماں نہ رہ جائے دلِ مایوس میں　　یعنی آخر بے نیازِ مدعا ہو جائیے
بھول کر بھی اس ستم پرور کی پھر آئے نہ یاد　　اس قدر بیگانۂ عہدِ وفا ہو جائیے
ہائے ری بے اختیاری یہ تو سب کچھ ہو مگر　　اس سراپا ناز سے کیونکر خفا ہو جائیے
چاہتا ہے مجھ کو تو بھولے نہ بھولوں میں تجھے　　تیرے اس طرزِ تغافل کے فدا ہو جائیے
کشمکش ہائے الم سے اب یہ حسرت جی میں ہے　　چھٹ کے ان جھگڑوں سے مہمانِ قضا ہو جائیے

اثر تیرے تغافل کا رقیبِ کامراں تک ہے　　وجودِ رشک یعنی اضطرابِ بدگماں تک ہے
ابھی دیکھی نہیں گستاخیاں جوشِ تمنا کی　　تمہاری کم نگاہی التماسِ بے زباں تک ہے
چمن میں دورِ فصلِ گل ہے لیکن وائے محرومی　　قیامِ بلبلِ مجبور ہم باغباں تک ہے
دلِ بیتاب کی پروا کہاں ان کو یہ کہتے ہیں　　ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپ کی شوخی کہاں تک ہے
سکھا دی کچھ ندامت شیوۂ تجدیدِ وفا ان کو　　یہ شانِ بے ادائی میری جانِ ناتواں تک ہے

مجھے طوفِ حرم کی آرزو کیوں ہو گذر میرا
سرِ کوئے بتاں تک ہے تا درِ پیرِ مغاں تک ہے

وہی جورِ خزاں ہوگا وہی محرومیاں ہوں گی
نشاطِ بلبلِ بیدل بہارِ بوستاں تک ہے

کہاں سے آئیں گی نیرنگیاں ترکیبِ مومن کی
یہ لطفِ خوش بیانی حسرتِ رنگیں بیاں تک ہے

ترا ناز بھول بیٹھا مری سب نیاز مندی
بغرورِ دلربائی بہ یقینِ دل پسندی

نہ ہے اختیار تجھ پر نہ ہے اعتبار دل پر
ترے عاشقوں کا دیکھے کوئی رنگِ مستمندی

مجھے شکوۂ جفا کی نہیں آنے پاتی نوبت
وہ ستم بھی گر کرے ہے تو بہ لطفِ ہوشمندی

تری بزمِ ناز ظالم ہے عجب طلسمِ حیرت
کہ جہاں ہے میرے دل کو سرِ خدمت پسندی

غمِ آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
مری ہمتوں کی پستی مرے شوق کی بلندی

تھی راحتِ حیرت کی کس درجہ فراوانی
میں نے غمِ ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی

اک میں ہوں سو کیا میں تو محروم فراغت ہوں
اک دل ہے سو کیا دل ہے مجبورِ پریشانی

کس درجہ پشیماں ہے تاثیرِ وفا میری
اس شوخ پہ آتا ہے الزامِ پشیمانی

دیکھ اے ستمِ جاناں یہ نقشِ محبت ہیں
بنتے ہیں بہ دشواری مٹتے ہیں بہ آسانی

میں اس بتِ بدخو کی اس آن پہ مرتا ہوں
کھینچا نہ کبھی اس نے اندوہِ پشیمانی

قائم ہے ترے دم سے طرزِ سخنِ قائم
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ رنگِ غزل خوانی

مدہوشیوں میں بے خبرِ دو جہاں رہے
ہم خوش ہیں کہ بندۂ پیرِ مغاں رہے

اے ولولۂ آرزوئے عنادل کی سادگی
ممکن نہیں کہ جلوۂ گل جاوداں رہے

یہ مقتضائے رابطۂ حسن و عشق تھا
ہم بدگماں ادھر وہ ادھر بدگماں رہے

سنج شبِ فراق کی مٹ جائیں سختیاں
یوں ہیں اگر خیال ترا مہرباں رہے

اُن سے شبِ وصال بھی کھل کر نہ مل سکے
تا صبح شکوہ ہائے جفا درمیاں رہے

دلچسپ کس قدر تھا مرا قصۂ وفا
جب تک ہوا بیاں وہ محوِ بیاں رہے

حسرت [illegible]
اشعار میں [illegible] رنگِ بیاں رہے

اس ناز [illegible]
سب [illegible] دل [illegible]

ولی [illegible]
[illegible]

رسمِ جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حبِ وطن مستِ خواب دیکھیے کب تک رہے

دل پہ رہا مدتوں غلبۂ یاس و ہراس
قبضۂ حزم و حجاب دیکھیے کب تک رہے

تا بکجا ہوں دراز سلسلہ ہائے فریب
ضبط کی لوگوں میں تاب دیکھیے کب تک رہے

پردۂ اصلاح میں کوششِ تخریب کا
خلقِ خدا پر عذاب دیکھیے کب تک رہے

نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر بزیرِ نقاب دیکھیے کب تک رہے

دولتِ ہندوستاں قبضۂ اغیار میں
بے عدد و بے حساب دیکھیے کب تک رہے

ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزمِ حریفاں کا رنگ
اب یہ شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے

حسرتِ آزاد پر جورِ غلامانِ وقت
از رہِ بغض و عتاب دیکھیے کب تک رہے

کثرتِ مے التفات آموزِ مے نوشی نہ تھی
ورنہ خمخانے میں ساقی مجھ کو بیہوشی نہ تھی

رحم تیرا تھا بہر صورت سزاوارِ ثنا
طرح میری بر بنائے مصلحت کوشی نہ تھی

کیا ہوئے وہ دن کہ اربابِ نظر کی آنکھ سے
اس سراپا ناز کو پروائے روپوشی نہ تھی

تھا حجاب ان کا مری حیرت سے سرگرمِ کلام
تھی بظاہر خامشی در پردہ خاموشی نہ تھی

ظلمِ عصیاں سے مٹا حسرت نہ داغِ عشقِ یار
اور یہ کیا تھا اگر اس کی خطا پوشی نہ تھی

عرضِ کرم پہ ترکِ جفا بھی نہ کیجیے
ایسا نہ ہو کہ آپ گلا بھی نہ کیجیے

اس بے وفا سے مصلحتِ شوق ہے یہی
اپنی ستم کشی کا گلا بھی نہ کیجیے

پھر کہیے کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجیے

منظور ہے جو ترکِ محبت ہی آپ کو
ہم پر ہجومِ ناز و ادا بھی نہ کیجیے

حسرت یہ کیا ستم ہے کہ اک بت کے عشق میں
تو چاہتا ہے یادِ خدا بھی نہ کیجیے

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبورِ حیا دیکھا ہے

یاد بھی دل کو نہیں صبر و سکوں کی صورت
جب سے اس ساعدِ رنگیں کو کھلا دیکھا ہے

پھر اسی لطفِ ستم کوش کا مشتاق ہے دل
ہم نے جس لطف کو ہمرنگِ جفا دیکھا ہے

تجھ میں کچھ بات ہے ایسی جو کسی میں نہ ملی
یوں تو اوروں سے بھی دل ہم نے لگا دیکھا ہے

دلِ بیتاب جو قابو میں نہیں ہے حسرت
نگہِ شوق نے کیا جانیے کیا دیکھا ہے

محبوبی و رنگینی ہیں جزو بدن تیری
سرشار محبت ہے خوشبوئے دہن تیری

مجبور وفا کر کے محروم کرم کرنا
بھولیں گی نہ یہ باتیں اے عہد شکن تیری

باطن میں وہ بے مہری ظاہر میں یہ دلجوئی
ہم خوب سمجھتے ہیں ترکیب سخن تیری

غارتگر تمکیں ہے آشوب دل و دیں ہے
یہ طرز نگہ تیرا یہ وضع حسن تیری

جو ہم سے چھپائی تھیں ہم کو نہ بتائی تھیں
روشن ہیں وہ سب ہم پر باتیں من و عن تیری

اس شاہد رعنا کے اکرام اقامت سے
تقدیر چمک اٹھی اے ملک دکن تیری

تنہائی غربت سے مغموم نہ ہو حسرت
کب تک نہ خبر لینگے یاران وطن تیری

ظاہر ملال رشک و رقابت نہ کیجئے
بہتر یہی ہے اُن سے شکایت نہ کیجئے

یا جوش اضطراب کو ملزم نہ جانیئے
یا دل کو آشنائے محبت نہ کیجئے

مٹنے نہ پائیں رنجش باہم کی لذتیں
رفع ملال و رفع کدورت نہ کیجئے

ئل شب وصال ہے کیوں پردۂ حجاب
اب اس کو درمیان سے رخصت کیجئے

تعظیم عشق و جنوں کو سراہیئے
پروائے اہل پند و ملامت نہ کیجئے

. اتف ہیں خوب آپ کی طرز جفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجئے

آئین دلنوازی و احسان کو دیکھئے
ہم بے دلوں پہ جور کی شدت نہ کیجئے

میں ہوں گناہگار تو دیجئے سزا مگر
اس درجہ میرے حال سے غفلت نہ کیجئے

مجبوریوں کو صبر سے مانا نہ جانیئے
اندازۂ سکون طبیعت نہ کیجئے

عذر ستم ضرور نہ تھا آپ کے لئے
حسرت کو شرمسار ندامت نہ کیجئے

کون اس نگہ ناز کے قابو میں نہیں ہے
پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو میں نہیں ہے

ل ہائے پریشاں کی ہے رونق ترے غم سے
اس نور کی جا خاطر یکسو میں نہیں ہے

یف اس قدم شوق کی بے راہ روی پر
جو اس گل رعنا کی تگاپو میں نہیں ہے

عنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی
کیا بات ہے جو اس قد دلجو میں نہیں ہے

ہے کون سی ایسی وہ ادا دلشکری کی
پنہاں جو ترے گوشۂ ابرو میں نہیں ہے

پھر اور کہاں ہے دل گم گشتۂ حسرت
آخر جو ترے طرۂ گیسو میں نہیں ہے

ہند ایسی شورش غم کس دل مضطر میں ہے
جس سے جنبش ہو زمیں کو آسماں چکر میں ہے

جلوہ فرما ہے جو وہ حسن خود آرا بے نقاب
اک قیامت او ربرپا عرصۂ محشر میں ہے

میرے غمخانے میں تاریکی ہے رنگ یاس کی
جو نمایاں ہر طرف دیوار میں ہے در میں ہے

عارفوں کی روح بھی جس کے لئے ہے بیقرار
ایسی کیا شے ہی وہ ساقی جو ترے ساغر میں ہے

بزم دشمن میں ہمارا بیٹھنا ہے ناگوار
ہم پہ سب روشن ہے جو کچھ آپ کے تیور میں ہے

کسقدر بیباک ہے در پردہ کیسی بے حجاب
وہ نظر پنہاں جو اس چشم حیا پرور میں ہے

ڈھونڈھتا کیا ہے دیار حسن میں اے شخص عشق
بجز جنس وفا ناپید اس کشور میں ہے

مرحبا حسرت بنا لی خوب تصویر سخن
رنگ مومن خوشنما کس درجہ اس پیکر میں ہے

قبضۂ یثرب کا سودا دشمنوں کے سر میں ہو
ابتو انصاف اس ستم کا دست پیغمبر میں ہے

جو ریورپ ہے بنا بیداری اسلام کی
غیر ہے دراصل یہ با آنکہ شکل شر میں ہے

خاطر افسردہ میں باقی ہے ابتک یاد عشق
گرمئ آتش ہنوز اس مشت خاکستر میں ہے

قلت افواج ٹرکی پر نہو اتنی دلگیر
ایک ہے سو کیلئے کافی جو اس لشکر میں ہے

آپ خدا چاہے تو حسرت جلد ہوتا ہے بلند
رایت حریت و حق جو کف انور میں ہے

دل کی جو ترک عشق سے حالت بدل گئی
وہ بیخودی وہ خرمئ بے خلل گئی

مجھکو فلک نے تجھ سے چھڑایا تو کیا ہوا
کیا تیری یاد بھی مرے دل سے نکل گئی

اب دل ہے اور فراغ محبت کی راحتیں
تشویش زندگانی و فکر اجل گئی

آہ اس نگاہ شوق کی مستی جو بیخبر
خوبی پہ روئیے یار کے پہلے پہل گئی

رنگینیوں کی جان ہے وہ پائے نازنین
میری نگاہ شوق جہاں سر کے بل گئی

اچھا ہے گوشہ گیر قناعت ہوئے جو ہم
تکلیف ہمنشینی اہل دول گئی

حسرت یہ دور جہل ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدر دانی علم و عمل گئی

دل مایوس کو سرچشمۂ صدق و وفا کر دے
گدائے غم اگر چاہے تو تجھکو باخدا کر دے

عطا ہو اس وفا پیشہ کو توفیق کرم یارب
[illegible] تنہا کو بے نیاز مدعا کر دے

تقاضا کر رہا ہے اب یہ حسن تازہ کار اتنا
کہ جس نے دل دیا تھا جان بھی ہم پر فدا کر دے

اثر ایسا کہاں سے لاؤں یا رب نالۂ دل میں
جو اس بے مہر کو بھی راز غم سے آشنا کر دے

گراں گزریگا حرف آرزو اس طبع نازک پر
نگاہ شوق اس مفہوم رنگیں کو ادا کر دے

ہوا جاتا ہے نور عشق پر دود ہوس غالب
الٰہی اصل حق سے لوث باطل کو جدا کر دے

غرور حسن کی تاثیر سے ڈر ہے مجھے حسرت
کہیں ایسا نہ ہو یہ عشق کو بھی خود نما کر دے

مر کے ہم خاک راہ یار ہوئے
سرمۂ چشم اعتبار ہوئے

فکر کونین سے نجات ملی
قیدی عشق رستگار ہوئے

ضبط غم تک ہے زندگی اپنی
مر مٹیں گے جو بیقرار ہوئے

اب نہ وہ شوق ہے نہ جوش منقوش
سب تری یاد پر نثار ہوئے

میری محرومیوں کی حد نہ رہی
تیرے احسان بے شمار ہوئے

نہ ہوا کوئی سرفراز کمال
جب ہوئے تیرے خاکسار ہوئے

کیوں ہے بیکار جستجو حسرت
وہ نہ ہوں گے نہ وہ دوچار ہوئے

تسکیں ہو سکی نہ دل نا شکیب کی
سب ہم پہ کھل گئیں تری باتیں فریب کی

ہر وضع دلپسند ہے ہر رنگ دلپذیر
کیا بات ہے کسی کے تن جامہ زیب کی

حسن ذقن ہے روکش نور جبین یار
ہے طرفہ ماجرا یہ بلندی نشیب کی

دل ہے ہلاک اس سخن جاں نواز کا
جاں مبتلا ہے اس نگہ دلفریب کی

یہ آج ہم سے جو چاہت جتائی جاتی ہے
عدو سے ملنے کی خفت مٹائی جاتی ہے

غضب ہیں آپ سے سرگوشیاں ندیموں کی
وہ بات کیا ہے جو ہم سے چھپائی جاتی ہے

وفور حسن سے ٹھہری کبھی ہو جب اپنی نظر
یہ مجھ پہ مفت میں تہمت لگائی جاتی ہے

نہ مجھ کو اس کی خبر ہے نہ خود انہیں ہے خیال
کچھ اس طرح سے محبت بڑھائی جاتی ہے

سفارش اس نے کرے کون جان پر غم کی
کہ یہ غریب ہے ناحق ستائی جاتی ہے

دوچار ہو نظر شوق ان سے کیا حسرت
نگاہ یار تو دل میں سمائی جاتی ہے

دل میں کیا کیا ہوس دید بڑھائی نہ گئی
روبرو ان کے مگر آنکھ اٹھائی نہ گئی

ہم رضا شیوہ ہیں تاویل ستم خود کر لیں
کیا ہوا ان سے اگر بات بنائی نہ گئی

یہ بھی آداب محبت نے گوارا نہ کیا — ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

آہ وہ آنکھ جو ہر سمت رہی صاعقہ پاش — وہ جو مجھ سے کسی عنواں لالی نہ گئی

ہم سے پوچھا نہ گیا نام و نشاں بھی انکا — جستجو کی کوئی تمہید اٹھائی نہ گئی

دل کو تھا حوصلۂ عرض تمنا سو انھیں — سرگذشت غم ہجراں بھی سنائی نہ گئی

غم دوری نے کشاکش تو بہت کی لیکن — یاد انکی دل حسرت سے بھلائی نہ گئی

جو وہ نظر بسر لطف عام ہو جائے — عجب نہیں کہ ہمارا بھی کام ہو جائے

شراب شوق کی قیمت ہے نقد جان عزیز — اگر یہ باعث کیف دوام ہو جائے

رہین یاس رہیں اہل آرزو کب تک — کبھی تو آپ کا دربار عام ہو جائے

جو اور کچھ ہو تری دید کے سوا منظور — تو مجھ پہ خواہش جنت حرام ہو جائے

وہ دور ہی سے ہمیں دیکھ لیں یہی ہے بہت — مگر قبول ہمارا سلام ہو جائے

اگر وہ حسن دلآرا کبھی ہو جلوہ فروش — فروغ نور میں گم طرف بام ہو جائے

ترے کرم پہ ہے موقوف کامرانی شوق — یہ نا تمام الٰہی تمام ہو جائے

ستم کے بعد کرم ہے جفا کے بعد عطا — ہمیں ہے بس جو یہی التزام ہو جائے

عطا ہو سوز وہ یارب جنون حسرت کو — کہ جس سے پختہ یہ سودائے خام ہو جائے

دل آرزوئے شوق کا اظہار نہ کر دے — ڈرتا ہے مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے

ہشیار کہ اس پرسش پیہم کی نوازش — عشاق ستم کش کو ہوسکار نہ کر دے

راضی برضا ہم ہیں بہر حال مگر ہاں — ڈر ہے کہ یہ خو تم کو ستمگار نہ کر دے

فرقت میں ہو کیا حال اگر گریۂ مضطر — جان و دل حیران کو سبکبار نہ کر دے

ہم جور پرستوں پہ گمان ترک وفا کا — یہ وہم کہیں تجھ کو گنہگار نہ کر دے

سامان فراغت جو ترے پاس تھا اے دل — اک بار اسے نذر غم یار نہ کر دے

آگاہ نہیں ہیں جو ابھی ذوق ستم سے — بیتابی دل ان کو خبردار نہ کر دے

ہوتا ہے برا لذت آزار کا لپکا — مرنا بھی کہیں مجھ کو یہ دشوار نہ کر دے

کچھ حد بھی ہے اس شورش خاموش کی حسرت — یہ کشمکش غم تجھے بیکار نہ کر دے

روز و شب رویا کیے شام و سحر رویا کیے
رونے والے تیرے تجھکو عمر بھر رویا کیے

بیوفائی سے بھی کرکے تونے دی داد وفا
تیری اس ہمت پہ تیرے نوحہ گر رویا کیے

خاکساری میں بھی تیری وضعداری کا تھا رنگ
یعنی ہم اس سے بھی کرکے درگزر رویا کیے

کچھ خبر ہے تجھکو اے آسودۂ خواب لحد
شب جو تیری یاد میں ہم تا سحر رویا کیے

ہمسروں کے مرنیکا حسرت واقعہ ایسا نہیں
کچھ نہ سمجھے آہ گر ہم عمر بھر رویا کیے

ہر حال میں ناشادی دل یاد رہیگی
پابند ہے حرمان خدا داد رہیگا

معمورۂ غم عشق عجب دل کی ہے بستی
ہر چند اجاڑو اسے آباد رہیگا

انکار اور اک جرعۂ صہبا سے بھی انکار
ساقی یہ تری کم نگہی یاد رہیگا

نسبت جزو کل کی ہے یہ دنیائے عمل میں
اقوام کو محتاجی افراد رہیگی

میں ہوں وہ رضا جو کہ طبیعت مری حسرت
ناکامی جاوید سے بھی شاد رہیگی

گر وفاداری اغیار کا غوغا ہے یہی
جان سے ہم بھی گزر جائینگے سوچا ہے یہی

خندۂ اہل جہاں کی مجھے پروا کیا تھی
تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی

ہم بھی ہوں درپئے انکار تو کچھ دور نہیں
کہ ترے جور نمایاں کا تقاضا ہے یہی

عین دانائی و حکمت ہے یہ نادانی دل
ہمت عشق فدا کار کا فتوی ہے یہی

مذہب عشق میں گنجائش تاویل کہاں
دین پر حیف ہے گر دیں کا منشا ہے یہی

لیچلو ہمکو جدھر جائیں گے بیچون و چرا
مسلک اہل رضا جادۂ تقوی ہے یہی

دیکھ لیں نور خدا دیکھنے والے حسرت
یعنی اس چہرۂ انور میں چمکتا ہے یہی

مرمٹیں گے جو غم ہجر کی ایذا ہے یہی
اک نہ اک روز ترے عشق میں ہونا ہے یہی

یا ہماری ہی یہ قسمت ہے کہ محروم ہیں ہم
یا مگر ان کی محبت کا نتیجا ہے یہی

یہ جو اک درد محبت کی خلش ہے حسرت
مقصد دل ہے یہی جان تمنا ہے یہی

وہ عرض وصل پہ بگڑے حجاب کے بدلے
نگاہ ناز نے پہلو عتاب کے بدلے

اگر ہوا بھی تو الٹا اثر دعا میں ہوا
سکون یاس ملا اضطراب کے بدلے

خدا کی شان فقیروں کی یاد آئی تمہیں
کرم کیا ستم اجتناب کے بدلے

سے جان ہیں شہید وہ کو تیرے اور قصور — یہ کیا عذاب ملا ہے ثواب کے بدلے
فریب سب ہیں یہ آغاز عشق کے حسرت — وہ لینگے اس کرم بے حساب کے بدلے

تھا مژدۂ بخششِ الٰہی — پیغام نسیم صبح گاہی
در پے ہے مرے وہ حق فراموش — ثابت ہوئی میری بے گناہی
ہے دل کی صلاحِ جان فشانی — از راہِ کمالِ خیر خواہی
کچھ ربط جمال و شوق کا حال — معلوم نہ ہو سکا کماہی
روز و شب ہجر میں نہیں اب — کچھ فرق سپیدی و سیاہی
جاری ہے دیار عاشقی میں — فرمانِ ہلاکی و تباہی
زیبائش حسن دلبراں ہے — یہ کم نگہی یہ کج کلاہی ہے
از رہ خلوص ہو، تو لاریب — دنیا طلبی ہے دین پناہی
دیتی ہے نگاہ یار حسرت — آگاہی راز کی گواہی

جو دور سے بھی نظر تجھ پہ یار ہم کرتے — ہزار جانِ گرامی نثار ہم کرتے
کسی پہ اپنی محبت کا حال کیوں کھلتا — نظر بھی اپنے جو بیگانہ وار ہم کرتے
غبار راہ محبت اگر کہیں ملتا — تو اس کو تاجِ سر افتخار ہم کرتے
وہ بار بار سزا جرم شوق پر دیتے — مگر قصور وہی بار بار ہم کرتے
دلوں کی وحشت تمنا میں تھی فراوانی — وہ کہتے ہیں کہ کہاں تک شمار ہم کرتے
وہ وقت بھی کہیں آتا کہ عرض حال کے بعد — تری جفا پہ تجھے شرمسار ہم کرتے
ابھی سے تجھ پہ فدا ہو گئے تو غم کیا ہے — کہ یہ وہی ہے جو پایانِ کار ہم کرتے
بڑا گناہ کیا ترک مے سے شک میں پڑے — یقین رحمتِ آمرزگار ہم کرتے
عدو سے کیوں ہیں وہ راضی یہ کھلا حسرت — کہ پھر طریق وہی اختیار ہم کرتے

تاثیر برق حسن جو ان کے سخن میں تھی — اک لرزش خفی مرے سارے بدن میں تھی
واں سے نکل کے پھر نہ فراغت ہوئی نصیب — آسودگی کی جان تری انجمن میں تھی
اک رنگِ التفات بھی اس بے رخی میں تھا — اک سادگی بھی اس نگہ سحر فن میں تھی

محتاج بوئے عطر نہ تھا جسم خوب یار
خوشبوئے دلبری تھی جو اس پیرہن میں تھی

کچھ دل ہی بجھ گیا ہے مرا ورنہ آج کل
کیفیت بہار کی شدت چمن میں تھی

معلوم ہو گئی مرے دل کو زراہ شوق
وہ بات پیار کی جو ہنوز اس دہن میں تھی

غربت کی صبح میں بھی نہیں ہے وہ روشنی
جو روشنی کہ شام سواد وطن میں تھی

عیش گداز دل بھی غم عاشقی میں تھا
اک راحت لطیف بھی ضمن محن میں تھی

اچھا ہوا کہ خاطر حسرت سے مٹ گئی
ہیبت سی اک جو خطرۂ دار و رسن میں تھی

سرور دل عاشقاں ماہ خوبی
شہنشاہ خوباں ہے وہ شاہ خوبی

ترا حسن کیونکر نہ ہو جان عالم
کہ ہے دلربائی بھی ہمراہ خوبی

کوئی عاشقوں میں بھی ہمسا نہ ہوگا
وفادار خوباں ہوا خواہ خوبی

ہوئے جاتے ہیں بندۂ عشق لاکھوں
کہ ہے سطوت خوبی و جاہ خوبی

نہیں عیب کچھ پا نکلیں اور ہو بھی حسرت
تو ہم لوگ ہیں صرف آگاہ خوبی

غم زمانہ سے دل کو فراغ باقی ہے
ہنوز انکی محبت کا داغ باقی ہے

بہت خجل ہے ترے در سے دعا میری
یہ خوف ہے کہ نہ سن لے کہیں خدا میری

جدھر کو اب وہ چلائے وہی ہے راہ مراد
رضائے یار سے وابستہ ہے رضا میری

چھپے وہ مجھ سے تو کیا یہ بھی اک ادا ہو گئی
وہ چاہتے تھے نہ دیکھے کوئی ادا میری

کہیں وہ آکے مٹا دیں نہ انتظار کا لطف
کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری

کبھی چرا کے جو روزن سے بھی تجھے دیکھوں
تو چور کی جو سزا ہو وہی سزا میری

وصال یار کی منزل قریب ہے حسرت
ہوئی ہے آرزوئے شوق رہنما میری

میں ہوں کیا میری محبت کی حقیقت کیا ہے
اسنے یہ بھی تو نہ پوچھا تری حالت کیا ہے

جسکی ذلت میں بھی عزت ہے سزا میں بھی مزا
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ محبت کیا ہے

رند بلانوش کبھی صوفی صافی ہے کبھی
حسرت آخر یہ ترا رنگ طبیعت کیا ہے

جان کہ پئے دوست رواں ہو گئی
بے خبر کون و مکاں ہو گئی

یاس ہے مایوس کہ چشم امید
پھر تری جانب نگراں ہو گئی

دلبری حسن تیرے عہد میں — فتنۂ ہر پیر و جوان ہو گئی

ہم سے تھی مخصوص۔ پر اب وہ نظر — مایۂ نازِ دگران ہو گئی

جسم کی تکلیف ترے شوق میں — میرے لئے راحتِ جاں ہو گئی

موت سے پوری ہوئی شرطِ وفا — پر نہ کہا تم نے کہ ہاں ہو گئی

ضبط سے حسرت نہ چھپا رازِ غم — حالتِ دل صاف عیاں ہو گئی

ضیائے مہر ہے نورِ قمر ہے — جمالِ یار ہر سو جلوہ گر ہے

چلے ہیں ڈھونڈنے کو سر کہاں ہم — کہ اس در تک بھلا کسکا گزر ہے

دلِ مضطر کو ڈھونڈو اس گلی میں — وہیں ہوگا کہیں موجود اگر ہے

وظیفے سب چھٹے اک نام تیرا — دعائے شام ہے وردِ سحر ہے

بظاہر بے خبر ہے عقل حسرت — حقیقت میں اسے سب کچھ خبر ہے

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے — ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

با ہزاران اضطراب و صد ہزاران اشتیاق — تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے

بار بار اٹھنا اسی جانب نگاہِ شوق کا — اور ترا غرفے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے

تجھ سے کچھ ملتے ہی وہ بیباک ہو جانا مرا — اور ترا دانتوں میں وہ انگلی دبانا یاد ہے

کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونا دفعتاً — اور دوپٹے سے ترا وہ منھ چھپانا یاد ہے

جان کر سوتا تجھے وہ قصدِ پابوسی مرا — اور ترا ٹھکرا کے سر وہ مسکرانا یاد ہے

جب سوا میرے تمہارا کوئی دیوانہ نہ تھا — سچ کہو کچھ تم کو بھی وہ کارخانہ یاد ہے

غیر کی نظروں سے بچکر سب کی مرضی کے خلاف — وہ ترا چوری چھپے راتوں کو آنا یاد ہے

آگیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکرِ فراق — وہ ترا رو رو کے مجھکو بھی رلانا یاد ہے

دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کیلئے — وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے

آج تک نظروں میں ہے وہ صحبتِ راز و نیاز — اپنا جانا یاد ہے تیرا بلانا یاد ہے

میٹھی میٹھی چھیڑ کر باتیں نرالی پیار کی — ذکر دشمن کا وہ باتوں میں اڑانا یاد ہے

دیکھنا مجھکو جو برگشتہ تو سو سو ناز سے — جب منا لینا تو پھر خود روٹھ جانا یاد ہے

چوری چوری ہم سے تم آ کر ملے تھے جس جگہ
مدتیں گزریں پر اب تک وہ ٹھکانا یاد ہے

باوجود ادعائے اتقا حسرت مجھے
آج تک عہد ہوس کا وہ فسانا یاد ہے

پردے سے اک جھلک جو وہ دکھلا کے رہ گئے
مشتاق دید اور بھی للچا کے رہ گئے

گم کردہ راہ عشق فنا کیوں نہ ہو گیا
احسان جو امیہ خضر و مسیحا کے رہ گئے

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے

ملنے کی ان سے ایک بھی صورت نہ بن پڑی
سارے ستوے دل دانا کے رہ گئے

ٹوکا جو بزم غیر سے آتے ہوئے انھیں
کہتے بنا نہ کچھ وہ قسم کھا کے رہ گئے

بیباک تھا نہ سکے مرا اضطراب شوق پہ
شرما کے وہ کبھی کبھی جھنجھلا کے رہ گئے

کیا دل میں آ گئی جو زراہ کمال رحم پہ
دعوی وہ میرے قتل کا فرما کے رہ گئے

پہلے تو خون میرا بہایا خوشی خوشی
پھر کیا وہ خود ہی سوچ کے پچھتا کے رہ گئے

دعوای عاشقی ہے تو حسرت کرو نباہ
یہ کیا کہ ابتدا ہی میں گھبرا کے رہ گئے

حور و غلماں پہ کیوں فدا ہوتے
اہل ظاہر جو پارسا ہوتے

کچھ بھی ہوتا جو اختیار اپنا
تجھ سے کاہے کو ہم جدا ہوتے

شوق کو اتقا سے کیا نسبت
رند ہوتے نہ ہم تو کیا ہوتے

کس قدر سہل ہے حصول بقا
دیر لگتی نہیں فنا ہوتے

حال دل ان سے کیوں کہا حسرت
تم نہ کہتے نہ وہ خفا ہوتے

آپ نے قدر کچھ نہ کی دل کی
اڑ گئی مفت میں ہنسی دل کی

خوب ہے از بسکہ عاشقی دل کی
غم سے وابستہ ہے خوشی دل کی

یاد ہر حال میں رہے وہ مجھے
الغرض بات رہ گئی دل کی

مل چکی ہم کو ان سے داد وفا
جو نہیں جانتے لگی دل کی

چین سے محو خواب ناز ہیں وہ
بیکلی ہم نے دیکھ لی دل کی

ہمہ تن صرف ہوشیاری عشق
کچھ عجب شے ہے بیخودی دل کی

ان سے کچھ تو ملا وہ غم ہی سہی
آبرو کچھ تو رہ گئی دل کی

وہ جو بگڑے رقیب سے حسرت — اور بھی بات بن گئی دل کی

نشانۂ ستم بے حساب ہونے دے — خراب حالِ وفا کو خراب ہونے دے

نہ چھیڑ دیکھو ابھی محوِ خواب ہونے دے — خدا کے واسطے اے اضطراب ہونے دے

شتاب کار محبت ہوں میں نہیں معلوم — کہ چین سے انھیں کب تک حجاب ہونے دے

ہزار عشق تری چشم نیم وا پہ نثار — نہ ڈال مجھ پہ یہ افسونِ خواب ہونے دے

بڑے عذاب میں ہے جانِ میکشاں ساقی — نہیں شراب تو ذکرِ شراب ہونے دے

تجھے یہ کس نے سکھائی فریبِ حسن کی بات — کہ اہلِ شوق کو ناکامیاب ہونے دے

میں چاہتا تو بہت ہوں کہ چپ رہوں حسرت — پہ جب یہ خاطرِ بے صبر و تاب ہونے دے

مجھ کو مغلوبِ آن وائیں نکرے — یوں بھی وہ امتحاں کہیں نکرے

جو بگڑنے میں بھی بنے وہ حسین — فکرِ آرائشِ جبیں نکرے

اور پھر کس سے ہو جو گریۂ خون — قدرِ داماں و آستیں نکرے

ربط ہے غیر سے ضرور ہمیں — کوئی کب تک بھلا یقیں نکرے

لذتِ عاشقی ہے اس پہ حرام — جو ترے غم کو دل نشیں نکرے

غرق ہے کون ہے وہ میرے سوا — جو کسی حال میں نہیں نکرے

ستم اتنا نہ کر کہ خو یہ حسین — صبرِ حسرت کو نکتہ چیں نکرے

مستی کے پھر آگئے زمانے — آباد ہوئے شراب خانے

ہر پھول چمن میں زر بکف ہے — بانٹے ہیں بہار نے خزانے

کر دو نگاہیں ہر ولی کو میخوار — توفیق جو دی ہے مجھے خدا نے

ہم نے تو نثار کر دیا دل — اب جانے وہ شوخ یا نجانے

ایسا تو ہوا کہ ہیں وہ نادم — اتنا تو کیا مری وفا نے

مسکن ہے قفس میں بلبلوں کا — ویران پڑے ہوئے ہیں گھر سے

اب دل ہے نہ عاشقی کے چرچے — سب خواب ہے کوئی مگر گزرے

باقی نہ رہا وہ غم کا ساماں — جاری نہ رہے حال کی خبر گزرے

اب کاہے کو آئیں گے وہ حسرت — آغاز جنوں کے پھر زمانے

خیالِ یار جو مصروفِ کار ہوتا ہے
قرار بخشِ دلِ بیقرار ہوتا ہے

نگاہ اہلِ تمنا سے اونچی محفل میں
خمارِ بیخبری آشکار ہوتا ہے

جنوں میں عقدۂ حیرانیٔ نظر سے کھلا
خیالِ محوِ تماشائے یار ہوتا ہے

وہی قلوب جو حرماں نصیب ہوتے ہیں
انہیں میں شوقِ ترا بیشمار ہوتا ہے

سکونِ شوق کی صورت نکل چکی حسرت
کہ دل کے ساتھ جگر بھی فگار ہوتا ہے

اُس محوِ تغافل کی جفا میرے لیے ہے
صد شکر کہ اتنا تو روا میرے لیے ہے

دشمن کے مٹانے سے مٹا ہوں نہ مٹوں گا
اور یوں تو میں فانی ہوں فنا میرے لیے

پاکر مجھے بیکس تری رحمت یہ پکاری
یہ بندۂ بے برگ و نوا میرے لیے

دعوت میں تری میں بھی ہوں معلوم ہے لیکن
کیا غیر کی خاطر سے ہے کیا میرے لیے

اوروں پہ نوازش میں جو بیباک ہے حسرت
قسمت سے وہ مجبور رہا میرے لیے

تیرا کرم جو ر نما میرے لیے ہے
یہ درد کہ ہے جان دوا میرے لیے

میں اپنی مصیبت پہ ہوں نازاں کہ وہ خوش ہیں
سمجھے کہ یہ پابندِ بلا میرے لیے

غیروں سے کبھی ہے انھیں نفرت کبھی الفت
ان دونوں سے اک بات جدا میرے لیے

ایسا تو نہ ہوگا کہ نہ پہنچوں ترے در تک
جب تیری کشش راہ نما میرے لیے

دیکھا تو کہا مجھ کو غمِ یار نے حسرت
یہ سوختۂ بے سر و پا میرے لیے ہے

نظارۂ پیہم کا صلا میرے لیے ہے
ہر سمت وہ رخ جلوہ نما میرے لیے ہے

زنہار اگر اہلِ ہوس تجھ پہ فدا ہوں
یہ مرتبۂ صدق و صفا میرے لیے ہے

بنکر میں رضاکار مہیائے فنا ہوں
آوازۂ حق بانگِ درا میرے لیے ہے

خوشنودیٔ مختار کے پیرو ہیں یزیدی
تقلیدِ شہِ کرب و بلا میرے لیے ہے

سپین سے محوِ خواب ما تے ہیں یہ ہوں بیتاب بے تواں ہوں
مخصوص ترے غم کا مزا میرے لیے ہے

ہمہ تن صرفِ ہوشیاریٔ عشق سے نکلا جو کبھی میں
نظارۂ ہے روح فزا میرے لیے ہے

اُن سے پوچھا تو ملا وہ غم ہی ہنسا آتی ہے حسرت
یہ دردِ جگر ہے کہ دوا میرے لیے ہے

دل غمِ این و آں کی خو نکرے — اس سے تیری ہی آرزو نکرے

صبر اب نام کو بھی دل میں نہیں — نگہِ یار جستجو نکرے

تیری خوشبو کے بعد روح مری — گل جنت بھی ہو تو بو نکرے

مجھ میں تابِ جمالِ یار کہاں — شوق انہیں میرے روبرو نکرے

جانِ حسرت کی ہجر میں تسکین — اور پھر کس سے ہو جو تو نکرے

عشق اے کیمیائے بہروزی — دے سبیلِ سعادت اندوزی

فکرِ دنیا سے دل رہا آزاد — اے ترا غم رہے مجھے روزی

دل میں ہے تری آرزو کہ نسیم — اک چمن میں وزاں ہے نوروزی

مل گیا تو دعا شقی سے ہمیں — طرفہ سرمایۂ دل افروزی

کھل کے ہم سے کبھی وہ مل نہ سکے — باوجودِ کمالِ دل سوزی

لو اور اس نازنیں سے عرضِ وصال — اے دل ایسی بھی کیا بد آموزی

ان سے حسرت ہے جو کہ شکست — اس کو سمجھو نویدِ فیروزی

دامِ گیسو میں تمہارے اک دلِ ناشاد بھی ہے — اے مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے

کیسے کہدوں اسے بیگانۂ الفت کہ وہ شوخ — ظلم کرتا ہے مگر مائلِ فریاد بھی ہے

کوئے جاناں کی نہ مرغوب ہو کیوں دل کو ہوا — آخر اس زلف کی نکہت کہیں برباد بھی ہے

کچھ مرے دل ہی سے مخصوص نہیں لذتِ غم — خوش اسی حال میں جو ہر کبھی ہو آزاد بھی ہے

لطفِ ظاہر پہ کہیں اس کے نہ جانا حسرت — کہ وہ عیار جفا جو ستم ایجاد بھی ہے

عشق میں خوفِ جان سے درگزرے — ہم نے ٹھانی جو دل میں کر گزرے

زندگی اپنی ہو کے ان سے جدا — سخت گزرے گی اب اگر گزرے

شامِ فرقت کٹے نہ ہجر کی رات — صبح گزرے نہ دوپہر گزرے

زندگی ہے اسی کا نام تو ہم — ایسی درماندگی سے درگزرے

ان سے اظہارِ شوق کون کرے — جان ہی سے کوئی مگر گزرے

خدمتِ بے نیازِ جاناں میں — کیوں مرے حال کی خبر گزرے

ان کے قدموں پہ رکھدیا سرِ شوق — ہم پہ کیا بیخودی میں کر گزرے
منتظر ہے متاعِ جانِ حسرت — کہ ادھر بھی وہ فتنہ گر گزرے

زمان فصلِ گل آیا نسیم مشکبار آئی — دلوں کو مژدہ ہو پھر جوشِ ہستی کی بہار آئی
پھلا پھولا ہے گلزار یارب حسنِ خوباں کا — مجھے اس باغ کے ہر پھول سے خوشبوئے یار آئی
سرِ پر شور بھی ایک بار تھا جس کو مری گردن — ترے کوچے میں آج لے فتنۂ دوراں اتار آئی
تری محفل سے ہم آئے مگر با حالِ زار آئے — تماشا کامیاب آیا تمنا بیقرار آئی
جو انکے حسن سے بھی بڑھ گئی ہو بیقراری میں — تڑپ ایسی کہاں سے عشق میں پروردگار آئی
یہ کیا اندھیر ہے اے دشمنِ اہلِ وفا تجھ سے — ہوس نے کام جاں پایا محبت شرمسار آئی
بجا ہیں کوششیں ترکِ محبت کی مگر حسرت — جو پھر بھی دلنوازی پر وہ چشمِ سحر کار آئی

شبِ فرقت میں یاد اس بیخبر کی بار بار آئی — بھلانا ہم نے بھی چاہا مگر بے اختیار آئی
ترے فیضِ کرم سے دین کے دریا میں جوش آیا — ترے یمنِ قدم سے باغِ ایماں میں بہار آئی
تری محفل سے اے پیرِ مغاں عاشق اکثر — مشیخت نے نواز آئی فضیلت مے گسار آئی
امیدیں تجھ سے تھیں وابستہ لاکھوں آرزو لیکن — بہت ہو کر تری درگاہ سے بے اعتبار آئی
الٰہی رنگ یہ کب تک رہیگا ہجرِ جاناں میں — کہ روزِ بیدلی گزرا تو شامِ انتظار آئی
تری بے اعتنائی کو یہ آخر کیا خیال آیا — جو میری پرسشِ غم کو بچشمِ اشکبار آئی
نہ ہاتھ آیا بجز رنج و بلا کچھ عشقِ حسرت کو — دیارِ حسن کی آب و ہوا ناسازگار آئی

چھپ کے اس نے جو خود نمائی کی — انتہا تھی یہ دلربائی کی
مائلِ غمزہ ہے وہ چشمِ سیاہ — اب نہیں خیر پارسائی کی
دام سے اسکے چھوٹنا تو کہاں — یاں ہوس بھی نہیں رہائی کی
ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش — صلح میں شان ہے لڑائی کی
اس تغافل شعار سے حسرت — ہم میں طاقت نہیں جدائی کی

دیکھئے کام عزمِ شوق کی تاثیر مجھے — مہرباں مجھ پہ ہوئے یا کہ وہ دلگیر مجھے
خانۂ کعبہ میں کہہ کسکی نظر سے پنہاں — کہیں مل جائے اگر آپکی تصویر مجھے

اک نگاہِ ہوس انگیز کا ملزم ہوں ضرور
اس کی منظور ہے جو دیجیے تعزیر مجھے

حسن و خواہش کی رعایت سے ملی ہیں کیا خوب
طبع مسرور تجھے خاطرِ دلگیر مجھے

کاٹ لوں اپنا گلا آپ کہ جھگڑا ہو تمام
کاش مل جائے کہیں آپ کی شمشیر مجھے

دیکھ رہتی ہیں اسے شوق کی آنکھیں ہر دم
اک ملی تھی جو کبھی آپ کی تحریر مجھے

خوب ہے فیصلۂ عشق، مبارک حسرت
نغمۂ عیش انھیں نالۂ شبگیر مجھے

بیجا ہے فصلِ گل میں اے دل یہ بے خروشی
مستانہ کیوں نہ گزرے ہنگامِ بادہ نوشی

میخانہ بند رکھا رندانِ بے خبر کو
پیرِ مغاں نے یوں کی رندوں کی پردہ پوشی

دیدار کی طلب میں حد سے گزر چلی ہے
اپنی امیدواری ان کی بہانہ کوشی

افسانہ ہو گئی ہے دنیائے مغفرت میں
تیری عطا شعاری میری خطا فروشی

یوں کرتے ہیں جفا وہ اہلِ وفا پہ حسرت
رسمِ ستم ہے گویا آئینِ حق نیوشی

کون یہ دست بہ شمشیر نظر آتا ہے
مجھ کو اک عالمِ تصویر نظر آتا ہے

جلوۂ حسن سے رنگین دلِ پر داغ مرا
شوق کے ہند میں کشمیر نظر آتا ہے

ولولے دل کے ترے غم کا ادب کیوں نہ کریں
اک جوانوں میں یہی پیر نظر آتا ہے

غیر سے ہنس کے وہ بولے مجھے پا کر بیباک
آج یہ طالبِ تعزیر نظر آتا ہے

پا سکا بار نہ اس بزمِ طرب میں شاید
حسرت اس درجہ جو دلگیر نظر آتا ہے

شورِ طفلاں چاہیے لے عشق سودائی مجھے
کیوں پسند آنے لگی صحرا کی تنہائی مجھے

اب تقاضا ہے یہ اس حسنِ تماشا دوست کا
ہر نظر دیکھا کرے بن کر تماشائی مجھے

اور بھی حسرت وہ کچھ رہنے لگے ہیں محوِ ناز
جب سے جانا ہے انہوں نے اپنا شیدائی مجھے

گھر کے آخر آج برسی ہے گھٹا برسات کی
میکدوں میں کب سے ہوتی تھی دعا برسات کی

موجبِ شور و سرور و باعثِ عیش و نشاط
تازگی بخشِ دل و جاں ہے ہوا برسات کی

شام سرما دلربا تھی صبح گرما خوشنما
دلربا تر خوشنما تر ہے فضا برسات کی

گرمی و سردی کے منجھاتے ہیں سب جوشِ مرض
لال لال ایک ایسی نکلی ہے دوا برسات کی

لازم و ملزوم ہیں ابرِ تر و دامانِ تر
در خورِ رحمت ہے حسرت یہ خطا برسات کی

مراد آرزو ہے مایۂ ناز تمنا ہے
دل مجبور کو شکوا ہے تیری کج ادائی کا
نہ ہے تقدیر میری جاں نثاری پر ہے ناز اسکو
تمھارے شیوۂ لطف و ستم سے خوب واقف ہیں
گرفتار وفا کہنے کی چالیں ہیں سمجھ حسرت

جہاں جاؤ جہانِ عشق میں اک شور برپا ہے
نہ چھپتا مجھ سے تو کاہکو راز عاشقی کھلتا
بہت پچھتائیگا دیکھ لے دل ناکردہ کار آخر
بچھڑتا ہے سپہر کینہ ور مجبور جاتے ہیں
بہت کچھ ضبطِ غم کے بعد نالے لب تک آئے ہیں
وہ ہنس دیتے ہیں اکثر دیکھ کر گرم نظر مجھکو
وہ حسرت اب کہتے ہیں کہ بتنے کیا ہے کوئی

نہ وہ راتوں کا آنا ہے نہ وہ دن کا بلانا ہے
کوئی قصہ کہانی کہکے جا وہ اپنی جانی ہے
کسی دن صاف صاف انکار ہی کر دیں تو بہتر ہے
انھیں اندازہ ہے مطلوب میری بیقراری کا
خفا ہم ان سے خود رہتے تھے اکدن وہ بھی تھی حسرت

جذبۂ شوق کدھر کو لیے جاتا ہے مجھے
التفاتِ نگہِ یار کے لائق میں کہاں
مرمٹا آپ پہ کون آپ نے یہ بھی نہ سنا
قوت عشق بھی کیا شے ہے کہ ہو کر مایوس
مجھسے بیکار وہ ظاہر میں خفا ہیں حسرت
پایا نہیں ہوش کو گزرا جفا مجھے

مرے دل سے کوئی پوچھے کہ تو اے فتنہ گر کیا ہے
وہ شکوہ جس سے تسلیم و رضا کی شان پیدا ہے
نہ ہے قسمت غرور یار سے گرم تماشا ہے
بہت کچھ ہمنے دیکھا ہے بہت کچھ ہمنے سمجھا ہے
وہ دلداری جو پھر کرتے ہیں یہ بھی ایک دھوکا ہے

جدھر دیکھو تمھارے حسنِ روز افزوں کا چرچا ہے
انھیں باتوں سے میں رسوا ہوں ظالم تو بھی رسوا ہے
غضب مایوسیاں ہونگی محبت میں ابھی کیا ہے
جدائی ورنہ کس کو جانِ من تیری گوارا ہے
ہماری بیقراری کی شکایت ان کو بیجا ہے
غرض یہ ہے کہ روشن ہمپہ سارا حال تیرا ہے
وہی قصے وہی جھگڑے وہی رونا رلانا ہے

خفا ہو کر انھیں تو لطف میرا ستانا ہے
کسی دن حال دل رو کے میں تمکو بھی سناتا ہے
یونہیں منظور انھیں گر ربط باہم کا گھٹانا ہے
نظر کو شوقِ بیباکی ہے گھونگھٹ کا بہانا ہے
وہ ہمسے بے سبب روٹھے ہیں اب بھی کہ نہ مانا ہے

پردہ راز سے کیا تمنے پکارا ہے مجھے
مجھسے بیگانہ رہیں وہ یہی اچھا ہے مجھے
آپ کی چاہ سے دور آپ سے شکوا ہے مجھے
جب کبھی گرنے لگا ہوں میں سنبھالا ہے مجھے
جب میں چاہونگا منالونگا یہ دعوا ہے مجھے
بولے وہ ہنسکے آپنے یہ کیا کہا ہے مجھے

نزدیک ہے کہ اُنکے تغافل سے ہار کر
کرنی پڑے عتاب کی بھی التجا مجھے

منشائے نازِ یار یہی ہے کہ عمر بھر
رکھے نیاز مند مجھے مبتلا مجھے

افسردگی کے رنگ یہی ہیں تو ایکدن
پھر دردِ دل کی مانگنی ہوگی دعا مجھے

لاتی ہے شوقِ یار کی خوشبو کہیں سے روز
دیوانہ کر نہ دے کہیں بادِ صبا مجھے

حسرت میں کیا بتاؤں کہ بھاتی ہے کسقدر
شہر و دیارِ یار کی آب و ہوا مجھے

ہونا پڑے جو آپ کے در سے جدا مجھے
دنیا میں اُس گھڑی کو نہ رکھے خدا مجھے

کیا کیجیے عرضِ حال یہ کہکر جو وہ کہیں
دیکھو انھیں! یہ دینگے فریبِ وفا مجھے

افسوس کی ہے جا کہ عدو چاہے اور تمہیں
کرنا پڑے تمھارے ستم کا گلا مجھے

ایمانِ جاں ہے اُس بُتِ کافر کی آرزو
جسنے کیا ہے مخزنِ صدق و صفا مجھے

اقرارِ وصل جس میں کیا تھا حضور نے
اب تک وہ یاد ہے سخنِ دلکشا مجھے

بھولے سے وہ ادھر بھی جو آنکلے تھے کہیں
اُس دن کا بھولتا ہی نہیں ماجرا مجھے

حسرت یہ کسکے حسنِ محبت کا ہے کمال
کہتے ہیں سب جو شاعرِ رنگیں نوا مجھے

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے

ہر نغمے نے انھیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انھیں کی سنائی صدا مجھے

ہر بات میں انھیں کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انھیں کی رضا مجھے

رہتا ہوں غرق اُنکے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

رکھیے نہ مجھ پہ ترکِ محبت کی تہمتیں
جسکا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے

بیگانۂ ادب کئے دیتی ہے کیا کروں
اُس محوِ ناز کی نگہِ آشنا مجھے

اس بے نشاں کے ملنے کی حسرت ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھکے ہے زہرِ فنا مجھے

خلوص اب ہم وہ لاسکینگے کہاں سے
نکل کر حلقۂ پیرِ مغاں سے

تمنا کو یہ ڈر ہے اُنکے آگے
نکلجائے نہ کچھ میری زباں سے

بڑھیگی اور ابھی اے شاہِ خوباں
تری خوبی مرے حسنِ بیاں سے

محبت ہوگئی ہے جھکتے جھکتے
جبینِ شوق کو اُس آستاں سے

وہی حسرت کو ہے اب عاشقی سے
جو نسبت گرد کو ہو کارواں سے

وہ کیوں بگڑے مرے شور فغاں سے
شکایت اپنے تھی یا آسماں سے

ہمیں ان کا خیال - اللہ اکبر
کہاں تک تھا کہاں تک ہے کہاں سے

کہاں تک پا گئی عشق نظر کو
شکایت ہو نہ حسن بدگماں سے

کہیں آگے تصور کی بلندی
گزر جائے نہ حد لامکاں سے

کسی پر مٹ کے رہ جانا ہی حسرت
ہمیں کیا کام عمر جاوداں سے

میان یاس شوق آیا کہاں سے
ہوں وہ بدگماں مجھ نیم جاں سے

ابھی شوق شہادت نے کوئی حرف
نکالا بھی نہ تھا میری زباں سے

(دق)

کہ وہ بولے بھلا نسبت ہی کیا ہے
ترے سر کو مری تیغ رواں سے

چلے ہیں پھر وہی فکر بتاں میں
ابھی ہم آ کے بیٹھے کوئے بتاں سے

وہ لب ہیں آج پھر صرف تبسم
پناہ اس التفات شادماں سے

لیا کرتی ہے درس عشق حسرت
سخن سنجی مرے طرز بیاں سے

لب یار شکر فشاں ہو رہا ہے
شکار دل دوستاں ہو رہا ہے

جو تھا درد دل میں وہ اب نوجواں ہے
کہاں سے یہ ظالم کہاں ہو رہا ہے

بہت آج وہ مہرباں ہو رہے ہیں
مرے ضبط کا امتحاں ہو رہا ہے

حسینوں پہ جانیں فدا ہو رہی ہیں
وفا وعدۂ عاشقاں ہو رہا ہے

میں اب کیا کہوں تجھ سے بات اپنے دل کی
کہ تو بے کہے بدگماں ہو رہا ہے

تری یاد آرام دل بن رہی ہے
ترا نام ورد زباں ہو رہا ہے

جسے درد جانا تھا ہم نے وہ حسرت
محبت میں درمان جاں ہو رہا ہے

غزلگوئی رہی یکتا میان عاشقاں میری
کہاں سے پھر کوئی لاتا بیاں میرا زباں میری

شب غم کیا خبر دیتی ہیں پیہم ہچکیاں میری
خداوندا انھیں کیوں یاد آئی ناگہاں میری

مرا انکار جرم عاشقی سے کون مانے گا
کہ صاف اقرار غم کرتی ہے چشم خونفشاں میری

جہان حسن میں جب تک رہے گا آپ کا شہرا
زبان عشق پر جاری رہے گی داستاں میری

ہمارے شکوہ ہائے سخت جانی پر وہ کہتے ہیں
ابھی دیکھی نہیں ہے آپنے تیغِ رواں میری

سمجھاتے تھا وہ ایسا کیا مزا فکرِ محبت میں
کہ جسکے نام پر مرتی ہے طبعِ شادماں میری

انھیں اب ناز ہے خود اپنی صورت پر کہ برسوں سے
پرستش کر رہا ہے حسرتِ رنگیں بیاں میری

کیا وہ اب نادم ہیں اپنے جور کی روداد سے
لائے ہیں میرے خط جو آخر مجھکو فیض آباد سے

سیرِ گل کو آئی تھی جسدم سواری آپکی
پھول اٹھا تھا چمن فخرِ مبارکباد سے

ہمکو تنہا کیوں ملے جورِ محبت کی سزا
جبکہ یہ سب کچھ ہوا تھا آپ کی امداد سے

اب تلک موجود ہے کچھ کچھ۔ لگا لائے تھے ہم
وہ جو ایک لپکا کبھی خاکِ جہان آباد سے

دعوئے تقویٰ کا حسرت آخر کسکو آتا ہے یقین
آپ اور جاتے رہیں پیرِ مغاں کی یاد سے

محبت کیوں کرو گر ہو نہیں سکتی وفا مجھسے
یہ تمنے کیا کہا مجھکو۔ یہ تمنے کیا کیا مجھسے

تہانِ ماہرو کے حسن پر ایمان لایا ہوں
انھیں کو دیکھکر ہوتی ہے اب یادِ خدا مجھسے

چھپاتے ہیں جسے وہ پردۂ بے اعتنائی میں
محبت کہہ رہی ہے حال اُسی کا برملا مجھسے

سمجھانے منہ سے یہ تکرار بھی پرلطف ٹھہر گئی
وہی باتیں سنی جو کر چکے ہو بارہا مجھسے

یہ نازِ بیرخی دیکھو کہ بزمِ غیر میں گویا
شناسا ہوں نہ میں اُنکا نہ ہیں وہ آشنا مجھسے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا انداز ہے تیرا
کبھی سٹ بٹ بگڑنا مجھسے کبھی کھل کھیلنا مجھسے

خیال ایک انکا باقی تھا سو باقی اب بھی ہے حسرت
شبِ غم اور کیا لینے کو آئی تھی قضا مجھسے

محبت کے عوض رہنے لگے ہر دم خفا مجھسے
کہو تو ایسی کیا سرزد ہوئی آخر خطا مجھسے

ملیں بھی وہ تو کیونکر آرزو بر آئیگی دل کی
نہ ہوگا خود خیال اُنکو نہ ہوگی التجا مجھسے

فلک سے بھی ہے کیا بڑھکر بلندی بامِ جاناں کی
یہ پوچھا کرتی ہے اکثر مری آہِ رسا مجھسے

مگر سیرِ چمن کو آج وہ بھی آنے والے ہیں
ابھی کچھ کہہ رہی تھی کان میں بادِ صبا مجھسے

محبت بھی عجب شے ہے کہ با وصفِ شناسائی
نہیں ہوتی مخاطب وہ نگاہِ آشنا مجھسے

تقاضا ہے یہی خوئے نیازِ عشقبازی کا
نہ ہوگا اُس سراپا ناز کا حسرت گلا مجھسے

کرتے تو ہو۔ اگرچہ نوازش جناب کی
ہمکو ہے اک عذاب میں راحت ثواب کی

دنیا کو ہم بھی چھوڑ کے ہو جائینگے فقیر
حالت یہی رہی جو ترے اجتناب کی

زاہد سے عاشقوں کی امامت نہ ہو سکی
آخر میں کچھ بھی ہم کو عنایت نہ ہو سکی
یہ بات تھی خلاف مروت نہ ہو سکی
محفل میں رات ان سے شرارت نہ ہو سکی

تصویر ہے تقریر تری حسن سخن کی
لائی ہے چمن میں انھیں تقدیر چمن کی
کچھ ہوش ہے تن کا نہ خبر کچھ ہے بدن کی
سب ختم ہیں اس پر صفتیں خلق حسن کی
یاد آتی ہے رہ رہ کے عزیزان وطن کی

ابھی اک اور بھی برپا قیامت ہونے والی ہے
مجھے ہر بات کی حاصل اجازت ہونے والی ہے
کسے معلوم تھا تیری یہ حالت ہونے والی ہے
نئی شاید کوئی مجھ پر عنایت ہونے والی ہے
مری شام الم صبح مسرت ہونے والی ہے
سنا ہے ان سے پھر تیری شکایت ہونے والی ہے

قلوب اہل دلا میں سرور بن کے رہے
وہ انکسار بھی وجہ غرور بن کے رہے
کچھ اور بھی نہ کہیں ناصبور بن کے رہے
مرے معانی بین السطور بن کے رہے
مزا تو جب ہے کہ یاں بے شعور بن کے رہے
جسے قصور بتا دیں قصور بن کے رہے
تری تلاش میں زحمت سرور بن کے رہے
کہ رفتہ رفتہ یہ شور نشور بن کے رہے

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالۂ اردوئے معلیٰ کانپور

جلد رسالۂ اردوئے معلیٰ بابت سنہ ۱۹۲۵ء مکمل . . . . ۔ ۱۲/ | مجموعۂ ہر دو جلد مجلد للعہ

جلد رسالۂ اردوئے معلیٰ بابت سنہ ۱۹۲۶ء مکمل ۔ ۔ ۔ ۱۲/

جلد رسالۂ اردوئے معلیٰ بابت سنہ ۱۹۲۷ء سنہ ۱۹۲۸ء و سنہ ۱۹۲۹ء مکمل و مجلد للعہ

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفید و حالات غالب و تنقید ۔ ۔ عمر

انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی از ہاشمی چھاپا ٹائپ قابل دید ۔ ۔ عمر

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دواوین حسرت موہانی از حصہ اول تا حصہ دہم معہ ضمیمہ مکمل سے

انتخاب سخن از حسرت موہانی

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند اور صاحب دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل

انتخاب سخن جلد اول سلسلۂ شاہ حاتم مکمل — یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے	یعنی انتخاب دیوان شاہ حاتم ۔ بقا ۔ رنگین ۔ نثار ۔ بیدار ۔ تاباں شاگردان حاتم ۔ ماہر شاگرد سودا ۔ امیر ۔ افسر ۔ بیتاب برادر رنگین ۔ عشرت طالب معروف شاہ نصیر مجم ا جز قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمر
جلد دوم سلسلۂ ذوق	یعنی انتخاب دیوان ذوق ۔ جملہ دادوین داغ ۔ رسا و جگر قیمت ۔ ۱۰/
جلد سوم سلسلۂ مومن	یعنی انتخاب دیوان مومن ، نسیم و تسلیم ۵ ۔ دیوان حسرت موہانی یعنی انتخاب کلیات حسرت موہانی مکمل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴/
جلد چہارم سلسلۂ مظہر ۔ سوز ۔ میر ۔ درد	یعنی انتخاب دیوان حسرت یقین حزیں ۔ شاعر بیان شاگردان مظہر قیمت ۴ ۔ دیوان سوز ۲ ۔ دیوان میر و راسخ ۱۰/
انتخاب سخن جلد پنجم سلسلۂ جرات مکمل — یہ دیوان اور کہیں نہیں مل سکتے	یعنی انتخاب دیوان حسرت استاد جرات ۔ دیوان جرات غضنفر ۔ رقت ۔ رضوی ۔ محنت ۔ نصرت ۔ معروف ۔ محبت ۔ جلال و شائق شاگردان جرات ۔ دیوان نساخ ۔ دیوان رضا علی وحشت ۔ ۹ جز قیمت ۱/
جلد ششم سلسلۂ مصحفی	دیوان مصحفی مرتبہ حسرت موہانی ۸ ۔ دیوان مسرور شاگرد مصحفی ۲ ۔ دیوان ۱۲/
جلد یازدہم	یعنی انتخاب دواوین اساتذہ متفرق مثل ولی ۔ آبرو ۔ اختر ۔ میر ۔ ممنون ۔ نظم طباطبائی

جلد ہفتم سلسلۂ آتش ۱/ جلد ہشتم سلسلۂ امیر و امیر ۱۲/ جلد نہم سلسلۂ ناسخ عمر ۱۲/ جلد دہم سلسلۂ غالب ۸/

ملنے کا پتہ :- منیجر رسالۂ اردوئے معلیٰ کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب

از

دیوان حسرت موہانی

(جلد دوم)

جس میں سید فضل الحسن حسرت موہانی۔ بی۔ اے۔ سابق ایڈیٹر اردوے معلٰے و تذکرۃ الشعرا علیگڈھ کے دیوان حصہ پنجم۔ ششم۔ ہفتم۔ ہشتم۔ نہم و دہم کی جملہ بہترین غزلوں کے منتخب اشعار درج ہیں۔

(از جون ۱۹۱۹ء تا اپریل ۱۹۲۴ء)

جس کو

اسحٰق علی علوی مالک مطبع نے اپنے

الناظر پریس واقع لکھنؤ میں چھاپا

اور

بیگم حسرت موہانی نے کانپور سے شائع کیا

طبع اول

۱۲۵۰ جلد

قیمت فی جلد

۶ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سے قبل ۱۹۱۹ء میں انتخاب دواوین حسرت کی پہلی جلد چھپکر شائع ہو چکی جس میں دیوان حسرت حصہ اول، دوم، سوم و چہارم کا انتخاب درج کیا گیا تھا اب ۱۹۲۵ء میں حصہ پنجم سے لیکر حصہ دہم تک کا انتخاب جلد دوم کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے ہر ایک حصہ علیحدہ علیحدہ بھی حسب تفصیل ذیل دستیاب ہو سکتا ہے۔

دیوان حسرت	حصہ اول - دوم - سوم و چہارم جن کا پانچواں ایڈیشن یکجائی طور پر چھاپا گیا ہے - قیمت فی جلد . . . . عہ
دیوان حسرت حصہ پنجم	۱۹۱۸ء سے اپریل ۱۹۲۲ء تک کا کلام قیمت ۴/
دیوان حسرت حصہ ششم	مئی ۲۲ء سے ستمبر ۲۳ء تک کا کلام - قیمت ۸/
دیوان حسرت حصہ ہفتم	۲۰ ستمبر ۲۳ء سے ۳۰ ستمبر ۲۳ء تک کا کلام - قیمت ۴/
دیوان حسرت حصہ ہشتم	یکم اکتوبر ۲۳ء سے ۹ نومبر ۲۳ء تک کا کلام قیمت ۱/
دیوان حسرت حصہ نہم	۱۰ نومبر ۲۳ء سے ۳۱ دسمبر ۲۳ء تک کا کلام - قیمت ۴/
دیوان حسرت حصہ دہم	جنوری ۲۴ء سے مارچ ۲۴ء تک کا کلام - قیمت ۳/
ضمیمہ دیوان حسرت	زمانۂ طالبعلمی موہان - فتحپور و علیگڈھ کا کلام قیمت ۳/
انتخاب دواوین حسرت جلد اول	دیوان حسرت حصہ اول دوم سوم و چہارم کا انتخاب - ۸/

المشتہر

بیگم حسرت موہانی - کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف "الف"

خانقہ سے تا درِ پیرِ مغاں لیجائیگا / دل کہاں سے مجھکو لایا ہے کہاں لیجائیگا

عاشقوں کے ہونگے راہِ یار میں کیا کیا ہجوم / شوق جنکو کارواں در کارواں لیجائیگا

جسقدر چاہیں چھپا کر دلکو ہم رکھیں مگر / جب وہ آئیگا تو اکدن ناگہاں لیجائیگا

ہم ضعیفانِ محبت کا پہنچنا تھا محال / منزلِ مقصود تک وہ نوجواں لیجائیگا

قدر ہوگی میرے ضبطِ شوق کی اسدم عیاں / جب منا کر خود مجھے وہ جانِ جاں لیجائیگا

عشق نقدِ دل کے بدلے حسن کے بازار سے / مفت گویا درد کی جنسِ گراں لیجائیگا

رائگاں حسرت نہ جائیگا ہر مشتِ غبار / کچھ زمیں لیجائیگی کچھ آسماں لیجائیگا

شکوۂ غم ترے حضور کیا / ہمنے بیشک بڑا قصور کیا

دردِ دل کو تری تمنا نے / خوب سرمایۂ سرور کیا

یہ بھی اک چھیڑ ہے کہ قدرت نے / تمکو خود بیں ہمیں غیور کیا

نورِ ارض و سما کو ناز یہ ہے / کہ تری شکل میں ظہور کیا

آپ نے کیا لیا کہ حسرت سے / نہ ملے حسن کا غرور کیا

کبھی کی تھی جو اب وفا کیجئے گا / مجھے پوچھکر آپ کیا کیجیے گا

مرے دعوئے بے نیازی کو سنکر / ہنسے وہ کہ پھر التجا کیجئے گا

تغافل میں شانِ جفا پھر ہے پیدا / محبت کی پھر ابتدا کیجئے گا

وہ کہنا ترا یاد ہے وقتِ رخصت / کبھی خط بھی ہمکو لکھا کیجئے گا

جوانی میں عشق بتاں ہے حسرت
بڑھاپے میں یاد خدا کیجیے گا

(۲۱ جنوری سنہ ۲۳ء ... ۱۹۲۰)

رنگ تیری شفق جمالی کا
اک نمونہ ہے بے مثالی کا

لاابالی مزاج یار کو غم
کیوں ہو میری شکستہ حالی کا

بزم ساقی میں دیدنی ہے سماں
خم لبریز و جام خالی کا

آئینہ ہے تبسم لب دوست
حسن خوباں کی بے ملالی کا

کچھ تو کر پاس اے وفا دشمن
لب حسرت کی بے سوالی کا

رق ۲

(۲۰ مارچ سنہ ۲۳ء بمقام یرودا سنٹرل جیل پونا)

منزل وصل یار ہے پیدا
درمیان حدود بیم و رجا

دل انساں میں تاب شعلۂ عشق
حسن مطلق کی روئے حق میں ضیا

پردۂ حسن و عشق میں ہے وہی
الغرض نور ارض و نور سما

پھر نہ کیوں وصل حسن و عشق سے ہو
نور بالائے نور جلوہ نما

جان دیدی ہو چکے انکے حضور
ہم نے اور ان سے کچھ کہا نہ سنا

اے تری یاد سقم جاں کا علاج
اے ترا ذکر درد دل کی دوا

کچھ بھی شہر وصال دور نہیں
جذبۂ شوق ہو جو راہ نما

ہم رضا کار ہیں خدا کی قسم
ہم نہ ہونگے مگر شہید وفا

ہو گئے محو عشق سب حسرت
اب غم ہجر ہے نہ شوق لقا

(۲۰ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء یرودا جیل)

سب سے شوخی ہے اک ہمیں سے کیا
اے فریب نگاہ یار یہ کیا

سادگی میں وہ پھر بھی ہیں یکتا
باوجود ہجوم ناز و ادا

جان دیدی تو کیا گناہ کیا
آپ کس بات پر ہیں ہم سے خفا

اب وہ ملتے بھی ہیں تو یوں کہ کبھی — ہمسے کچھ واسطہ نہ تھا گویا
ہمکو منظور سب ہے سب مرغوب — تجھسے جو کچھ ملے سزا کہ جزا
میں بھی ہوں اک فقیر حاجتمند — کرم اے بادشاہِ جود و عطا

خوب لکھی غزل جزاک اللہ
حسرت سحر کار کیا کہنا

شوق وصال یار کے قابل بنا دیا — دل کیا بھا عاشقی نے اُسے دل بنا دیا
دے دے کے مفت جان شہیدانِ شوق نے — اُس نازنیں کو شاہدِ قاتل بنا دیا
شوق لقائے یار نے راہِ مراد میں — سختی کو رشکِ نرمیٔ منزل بنا دیا
آخر فراغت غم دل نے ہوس کو بھی — کونین کے خیال سے غافل بنا دیا

کیا چیز تھی وہ مرشد وہاب کی نگاہ
حسرت کو جس نے عارفِ کامل بنا دیا

اک جو لے دے کے ہمیں شیوہ یاری آیا — وہ بھی کچھ کام نہ خدمت میں تمھاری آیا
اُنکے آگے لب فریاد بھی گویا نہوے — چپ رہے ہم جو دم شکوہ گزاری آیا
آرزو حال جو اپنا اُنھیں لکھنے بیٹھی — قلم شوق لیے نامہ نگاری آیا
واں سے ناکام پھرے ہم تو دریا اشک — خونِ حرماں دلِ مجروح سے جاری آیا
دل پر شوق میں آئی کرمِ یار کی یاد — یا چمن میں قدم بادِ بہاری آیا
تیرے انکار سے فی الفور ہوا کام تمام — زخم ایسا سر امید پہ کاری آیا

گھر کے آئی جو گھٹا ہمنے یہ جانا حسرت
وقت شوریدگی و بادہ گساری آیا

آئی جو اُنکی یاد مرا دل ٹھہر گیا — دعوے غم فراق کا بالکل ٹھہر گیا
مر کر وصالِ یار ہوا دل ٹھہر گیا — منزل کی مسافر منزل ٹھہر گیا

ہم سر جھکا چکے تھے علم ہو چکی تھی تیغ
پھر کیا کیا خیال کہ قاتل ٹھہر گیا

دل خوش ہوا جو آپ ہوئے مائلِ ستم
یعنی میں التفات کے قابل ٹھہر گیا

دل کو ولائے یار پہ حاصل ہوا قیام
پایا جو اس جہاز نے ساحل ٹھہر گیا

خواب و خیال ہو گئیں اگلی وہ صحبتیں
پھیرا بھی اُس نواح کا مشکل ٹھہر گیا

فرزانگی قصور ہے دنیائے عشق میں
دیوانہ جو ہوا وہی کامل ٹھہر گیا

تیرِ نگاہِ یار کا مشکل ہے سامنا
میرا ہی تھا جگر کہ مقابل ٹھہر گیا

بیچارگی میں رٹ جو لگی اُنکے نام کی
تسکینِ جانِ زار ہوئی دل ٹھہر گیا

[illegible]

اچھا ہوا کہ مملکتِ حسن و عشق میں
حسرت وہ پادشاہ میں سائل ٹھہر گیا

جواب اُنسے ملنا دوبارا نہ ہوگا
تو جینا بھی شاید ہمارا نہ ہوگا

ہمیں گھر میں لائے تو بولی یہ وحشت
یہاں پر ہمارا گزارا نہ ہوگا

تصور میں ملتے رہینگے وہ ہمسے
غمِ ہجر بھی ناگوارا نہ ہوگا

اُجڑ جائیگی بزمِ رنداں جو ساقی
مروّت نہ ہوگی مدارا نہ ہوگا

[illegible]

کوئی شکوہ سنجِ ستم اور ہونگے
وہ کہتے ہیں حسرت ہمارا نہ ہوگا

عہد یک عمر فراغت سے بھی خوشتر گزرا
وہ جو اک لحظہ تری یاد میں ساہر گزرا

تیرے انکار سے اربابِ تمنا کے لئے
وصل کا دن بھی شبِ غم کے برابر گزرا

مجھسے اب ملکے تعجب ہے کہ عرصہ اتنا
آجتک تیری جدائی کا یہ کیونکر گزرا

لوگ سب جان گئے چھپ نہ سکی شوق کی بات
میں گلی سے جو تری ہو کے مکرر گزرا

[illegible]

اب وہ آئیں بھی تو کیا ارد میں بھی تو کیا حسرت
ہجر میں تجھکو جو کرنا تھا سو تو کر گزرا

۴ نومبر سنہ ۱۲ء بروز دوشنبہ جیل

معطر پاکے بوئے حسن سے سارا بدن اپنا — وہ سونگھا کرتے ہیں جب بھی تو اکثر پیرہن اپنا

رقیبوں کی ہمارے بعد اب اتنی بھی کیا کثرت — کبھی تم غور سے دیکھو تو رنگ انجمن اپنا

کچھ اس عالم میں وہ بے پردہ نکلے سیر گلشن کو — کہ نسریں اپنی خوشبو رنگ بھولی نسترن اپنا

وہ رحم آیا تجھے مجبوری شوق شہادت پر — خبر لے ہاتھ کی خنجر سنبھال اے تیغزن اپنا

سبھی کچھ ہو گیا انکا ہمارا کیا رہا حسرت
نہ دیں اپنا نہ دل اپنا نہ جاں اپنی نہ تن اپنا

۱۰ نومبر سنہ ۱۲ء بروز دوشنبہ جیل

انہیں دیکھا جو ماجرا دیکھا — کیا بتائیں کسی سے کیا دیکھا

ہمنے عزت کو بھی کرم سے ترے — بارہا محو التجا دیکھا

نہ بچا اُس نگاہِ ناز سے دل — ہمنے سو سو طرح بچا دیکھا

تو کسی کا نہیں تجھے ہمنے — خوب اے شوخ بے وفا دیکھا

غیر جانا اُنھیں سو کیوں حسرت
عشق سے حسن کو جدا دیکھا

۲۱ نومبر سنہ ۱۲ء بروز دوشنبہ جیل

ہر گھڑی وردِ لبِ شوق ہے افسانہ ترا — بیخبر تیرے سوا سب سے ہے دیوانہ ترا

کتنے دل ہیں ترے قابو میں زہے شانِ جمال — جا ہے کلمہ جو پڑھے شوکت شاہانہ ترا

پایۂ عرش کو از خود نہیں جنبش اے دل — دیکھ پہنچا ہے کہاں نعرۂ مستانہ ترا

بے خرد ہو کے محبت کی بدولت اے عقل — نام بھی اب نہیں لیتا دلِ فرزانہ ترا

فکر کونین سے بیگانہ ہوا تو حسرت
خوب ٹھہرا غمِ جانانہ سے یارانہ ترا

(ق)

ترے حسن کا دور دورا رہیگا — نہ میرا یہ جوشِ تمنا رہیگا

مگر سالہا سال بعدِ فنا بھی — زمانے میں دونوں کا چرچا رہیگا

ق

نہ سرمایہ داروں کی نخوت رہیگی — نہ حکام کا جورِ بیجا رہیگا

زمانہ وہ جلد آنے والا ہے جسمیں
کسی کا نہ محنت پہ دعویٰ رہیگا

مرے شوق کا ہے جو مضطر ابھی سے
بھلا وصل میں کیا ٹھکانا رہیگا

جو مٹ جائیگا ہو کے خاک اُس گلی کی
وہ اچھا رہا ہے وہ اچھا رہیگا

ترے عشق میں دعویٰ صبر حسرت
ابھی تک بھلا کیسا رہا کیا رہیگا

۲۶ دسمبر ۱۹۲۲ء یرودا جیل پونا

کوچہ اُس فتنۂ دوراں کا دکھا کر چھوڑا
دل نے آخر ہمیں دیوانہ بنا کر چھوڑا

پردہ ہمسے جو وہ کرتے تھے نہ کرنے پائے
شوق بیباک نے اُسکو بھی اُٹھا کر چھوڑا

بزم اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

تجھسے ملنے پہ کسی کی ہمیں پروا نہ رہی
سبکو دنیا میں تری یاد لگا کر چھوڑا

لطفِ ماضی کی جو کچھ یاد تھی باقی دل میں
اُسکو بھی تیرے تغافل نے مٹا کر چھوڑا

مجھکو معلوم ہے پیمانہ مے میں ساقی
تو نے جو کچھ کہ مری آنکھ بچا کر چھوڑا

مرگ حسرت کا بہت رنج کیا آخر کار
اثر عشق نے اُنکو بھی رلا کر چھوڑا

۲۹ - نومبر سنہ ۲۲ء یرودا جیل

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا
کہ یہ شیوہ نہیں اہل رضا کا

طلب میری بہت کچھ ہے مگر کیا
کرم تیرا ہے اک دریا عطا کا

نہیں معلوم کیا اے شاہِ خوباں
تجھے کچھ حال اپنے مبتلا کا

گنہگار و چلو عفو الٰہی
بہت مشتاق ہے عرض خطا کا

تری محفل میں اہل دل کو جلوہ
نظر آجائیگا شانِ خدا کا

غضب کا سامنا ہے عاشقوں کو
دیارِ عشق میں افواج بلا کا

جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت
تمھیں حق اُسنے کیا چون وچرا کا

۱۱ جنوری سنہ ۲۳ء یرودا جیل

کچھ خوف خدا کا ہے نہ ڈر خلقِ خدا کا
کیا آ گئے خیال اُنکو شہیدانِ وفا کا

خوشبو ترے ملبوس کی لائی ہے کہاں سے
تجھ تک نہ ہوا تھا جو گذر بادِ صبا کا

نکلا نہ کرو خود پئے تعزیر کہ لپکا
پڑ جائیگا عصیانِ محبت کو سزا کا

ہیں اُنکے رضا کار بری لوث طلب سے
کوئی بھی جو ہو اُنمیں گنہگار دعا کا

آسان ہے مشکل بھی ترے شوق کی منزل
اس راہ میں کچھ کام نہیں راہ نما کا

آکر ترے دربار میں سب ہو گئے یکساں
جھگڑا نہ رہا مرتبۂ شاہ و گدا کا

[illegible]

مہر ہے انھیں مطلوب تو دشوق سے حسرتؔ
اس امر میں کچھ دخل نہیں چون و چرا کا

ردیف "ب"

چاندنی رات میں پھولوں کا ہے زیور کیا خوب
رنگ لائیگا ترا حسنِ معطر کیا خوب

روشنی بخشِ تمنا ہے جو اک ماہِ منیر
وصل کی رات کا چمکا ہے مقدر کیا خوب

قابلِ دید تھی گرمی میں پسینے کی بہار
تر ہوا ہے عرقِ حسن سے بستر کیا خوب

وصل میں بھی نہوئی وجہ سکوں کثرتِ شوق
ڈھونڈھ لیتا ہے بہانے دلِ مضطر کیا خوب

[illegible]

کھولکر بال جو سوتے ہیں وہ شب کو حسرتؔ
گھیر لیتی ہے اُنھیں زلفِ معنبر کیا خوب

دل ہے بیشک نورِ حق سے فیضیاب
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

ہاتھ قتلِ عاشقاں سے مت اُٹھا
کام کر اُنکا کہ ہے کارِ ثواب

شوقِ مے کی پرورش کیونکر نہو
لطفِ ساقی آجکل ہے بیحساب

بے ترے اے بادشاہِ مہوشاں
خانۂ جانِ عزیزاں ہے خراب

پی جو اُن آنکھوں نے تھی صہبائے حسن
پھوٹ نکلا ہے وہی رنگِ شراب

ترکِ جرمِ عاشقی ممکن نہیں
پھر اُسی کا ہمسے ہوگا ارتکاب

[illegible]

عشق حسرت ہے نشانِ حسنِ دوست
بے گلاب آتی نہیں بوئے گلاب

ساکت پاس ہیں جانِ دلِ ناکامِ شباب
کیا ہوا آہ وہ ہنگامۂ ایامِ شباب

مئے تنویر سے مخمور ہوئی روحِ جمال
بادۂ عیش سے لبریز ہوا جامِ شباب

دلربائی ہے خود اُس جانِ جوانی کی غلام
مالک ناز و ادا ہے وہ دلارامِ شباب

قابلِ دید ہوئی حُسنِ دُرخشاں کی بہار
کیا سے کیا ہو گئی ہو کر وہ بت آشنامِ شباب

در پئے دین و دل و جاں ہیں بتانِ کافر
حسرت اچھا نظر آتا نہیں انجامِ شباب

اُنکی محفل میں پا کے جامِ شراب
کام اپنا ہوا بنامِ شراب

ہو رہے ہیں مرے لیئے کیا کیا
بزمِ ساقی میں اہتمامِ شراب

خوابِ غفلت میں ہو رہے ہیں بسر
دن بصبحِ طعام و شامِ شراب

دین و دنیا کو بھول بھال کے ہم
ہو گئے فائزالمرامِ شراب

محتسب سے بھی فصلِ گل میں لیا
ہمنے لڑ بھڑ کے اذنِ عامِ شراب

میکدے سے گیا نہ کوئی بہوش
اے خوشا حسنِ انتظامِ شراب

میکدوں سے پہنچ گئے حسرت
خانقاہوں میں بھی پیامِ شراب

پنہاں شدنت دوگونہ شد خوب
اے روے تو بے نقاب محجوب

پیشت چہ شود گرم شمارند
در زمرۂ بندگانِ معیوب

ما گام زنِ صراطِ مستقیم
دور از رہِ ضالین و مغضوب

یا بخیرانِ ہوشیار ریم
منجملۂ سالکانِ مجذوب

منتِ کشِ دیگراں مخواہش
آنرا کہ بتو شدست منسوب

بوسید و کفِ تو گشت از آن
از من بہوائے شوق مکتوب

حسرت بغزلِ چو شمس تبریز
با شد سخن تو نغز و مرغوب

ردیف "ت"

بتائے نہ کیوں غم کو جانِ محبت
دل زار ہے کاروانِ محبت

ترے غم سے گرویدہ ہے سب سے فارغ
رہے خاطرِ شادمانِ محبت

مگر جب اتنا بھی اے شاہِ خوباں
کہ مر جائیں گے بیدلانِ محبت

رہے محوِ خوابِ ہوس اہلِ ظاہر
گزر بھی گیا کاروانِ محبت

سرِ عجز حسرت بھی خم کیوں نہ ہوتا
ترا ناز ہے حکمرانِ محبت

ہم شکوۂ فلک ہی کرینگے حضورِ دوست
ظاہر نہ ہونے دینگے وہاں بھی قصورِ دوست

محفل میں دورِ ثانی مے ہے ہمیں بھی آج
کاہے کو بھینے دیگی نگاہ و سرورِ دوست

میری تسلیوں کے نہیں ہیں جو مشورے
کیوں پھر حجاب خط میں ہم ہیں سطورِ دوست

بیجا نہیں ترانۂ مطرب ہے وجدِ روح
کانوں میں آ رہی ہے یہ آوازِ دورِ دوست

اظہارِ شوق کی متحمل نہ ہو سکی
برہم غضب ہے رات سے طبعِ غیورِ دوست

ہوگی ضرور قدرِ وفا دل ابھی سے کیوں
کرتا ہے شکوۂ ستمِ بے شعورِ دوست

اہلِ ہوس کی آنچ ہیں ساری شکایتیں
بجا ہے کمالِ حسن پہ حسرت غرورِ دوست

اُس شوخ کے آنے کی تمنا ہے قیامت
کیا کیا دلِ مایوس میں برپا ہے قیامت

رعنائی میں آفت ہے ترے لب کا تبسم
خوبی میں تری نرگسِ شہلا ہے قیامت

کیا کیا دلِ مجبور ہوا آگ یہ سنکر
گلشن میں بہارِ گلِ حمرا ہے قیامت

گھنگھور گھٹاؤں کے اندھیرے میں بھی ساقی / رنگینیِ صہبا کا اُجالا ہے قیامت

دل دے کے ہیں جان بھی دیتے ہی بنے گی / اس شوخِ ستمگر کا تقاضا ہے قیامت

یاروں سے ترا محفلِ اغیار میں ظالم / ظاہر کا یہ اظہارِ مدارا ہے قیامت

دور اُن سے بھلا نیند کسے آئیگی حسرت / تنہائی میں رنجِ شبِ یلدا ہے قیامت

[illegible]

نعم البدل ہے عیشِ جہاں کا ملالِ دوست / خالی ہے سب سے دل بجز خیالِ دوست

دل کی یہ کیا مجال کہ لائے خیالِ دوست / مجھ میں کہاں یہ حال کہ دیکھوں جمالِ دوست

عاشق بنے تھے پھر بھی کیا شکوۂ جفا / سچ پوچھئے تو ہے بجا ہے ملالِ دوست

مائل ہیں جسکی شانِ جفا کی بھی اہلِ شوق / یکتا ہے دلبری کے ہنر میں کمالِ دوست

کافی ہے اہلِ درد کو حسرت دوائے غم / اور کیوں نہ ہو کہ غم ہے غمِ لازوالِ دوست

[illegible]

لطفِ تو گر اختیارِ ما نیست / سرمایۂ اعتبارِ ما نیست

نازم چو بہ عشق حُسن گوید / آن کیست کہ جاں نثارِ ما نیست

از درد و الم کجاست چیزے / کاندر دل و جانِ زارِ ما نیست

اے بادۂ نابِ عشق بوسے / جز بوئے تو خوشگوارِ ما نیست

پیوستہ پیامِ سوز جاں را / از کیست اگر نہ یارِ ما نیست

نوعے ز کمالِ شوق بیروں / از حیطۂ اقتدارِ ما نیست

حسرت بدرش رسیدہ نازد / کایں شانِ خداست کارِ ما نیست

ردیف "ش"

ترکِ جفا کی اُن سے تمنا مگر عبث / ایں وفا کے نام کو رسوا مگر عبث

[illegible]

غمِ نوشیدوں سے کام رہے بزمِ غیر میں
میرا لحاظ اے گلِ رعنا مگر عبث

اے چشمِ شوق تجھکو مذاقِ نظر کہاں
دیدارِ حسنِ یار کا دعویٰ مگر عبث

یکتا ہے سادگی میں ترا حُسنِ دلفریب
آرائشِ جبیں کا ارادہ مگر عبث

جوشِ جنونِ عشق دبانے سے دب چکا
حسرتؔ علاجِ خاطرِ شیدا مگر عبث

ردیف "ج"

[illegible]

تجھسے جو دردِ دل کا بھی ہوتا نہیں علاج
ہے کس مرض کا اور ترا اے نازنیں علاج

اُس دلکو اب گداز کرے فکرِ عاشقی
جسکا نہ کر سکے غمِ دنیا و دیں علاج

اہلِ ہوس کے دردِ تمنا کا بر محل
کرتی ہے خوب وہ نگہِ خشمگیں علاج

پھر کیوں دوا سے درد کے دریے ہو چارہ گر
جب خود ہی چاہتی نہیں جانِ حزیں علاج

حسرتؔ شرابِ وصل سے صحت جو ہو تو ہو
دلکا نہیں ہے ورنہ سے وانگبیں علاج

ردیف "ح"

[illegible]

شجرِ غم ہے آشیانۂ روح
گریہ و نالہ آب و دانۂ روح

خوب دنیائے آرزو میں اُڑا
ناوکِ دردِ سے نشانۂ روح

تجھکو بیباک دیکھنے کے لیے
عذرِ ہستی ہوا بہانۂ روح

ہر طرف ہیں عیاں نقوشِ جمال
دیدنی ہے نگارخانۂ روح

جسمِ حسرتؔ ہے یا کہ جانِ گداز ہے
ذکرِ حسرتؔ ہے یا فسانۂ روح ہے

[illegible]

وہ دیکھنے جو بام پر آئے بہارِ صبح
نازاں ہے اپنے بخت پہ کیا کیا نگارِ صبح

ملتے ہوئے اُٹھے ہیں وہ آنکھیں جو خواب سے
پھیلا ہوا ہے نور جہاں تک خمارِ صبح

پیدا فلک پہ ہے یہ بیاضِ سحر کا نور
ظلماتِ شب میں یا ہے عیاں جوئبارِ صبح

خورشید روئے یار سے ہو کر منیرِ حسن
شامِ شبِ وصال بھی کرتی ہے کارِ صبح

تمکینِ حسنِ یار کے صدقے میں روزِ وصل
کچھ بڑھ گیا ہے اور بھی حسرت وقارِ صبح

غزل ۱۹۰۷ء مطابق ۱۳۲۴ھ

اہلِ دل ہیں فدائے نغمۂ روح
کہ بقا ہے فنائے نغمۂ روح

چھیڑ مطرب نوائے نغمۂ روح
دل ہے مضطر برائے نغمۂ روح

دل میں اپنے اُتر گئی آخر
درد بنکر دوائے نغمۂ روح

عرش پر ہے دماغ چنگ و سرود
اے زہے کبریائے نغمۂ روح

غم کا آغاز تھا ترانۂ دل
موت ہے انتہائے نغمۂ روح

کر رہے دلکی غنچگی کو بھی دور
اے گلِ جانفزائے نغمۂ روح

وجہ تسکینِ عشق ہو نہ سکا
شغل کوئی سوائے نغمۂ روح

پردۂ ساز میں نہاں ہے ہنوز
شاہدِ دلربائے نغمۂ روح

کسقدر دلپذیر ہے حسرت
اثر دیرپائے نغمۂ روح

ردیف "خ"

غزل ۱۹۰۷ء مطابق ۱۳۲۵ھ

نظر نہ تیرے پہلو میں نہاں ہے گستاخ
دیکھ تو کتنی یہ اے پیرِ مغاں ہے گستاخ

کسقدر ہے نگہ شوق بھی اپنی بیباک
چہرۂ یار میں کیا کیا نگراں ہے گستاخ

ہمتِ عاشقِ بیدل پہ خدا کی رحمت
کوچۂ یار کی جانب جو رواں ہے گستاخ

عرضِ حالِ دلِ مضطر پہ وہ بولے سنکر
ہم سنیں کیا کہ ترا طرزِ بیاں ہے گستاخ

خوش کہ تا خوش ہو کوئی جا ہی پہنچتا ہو وہاں
اُنکی خدمت میں مرا شورِ فغاں ہے گستاخ

سُننے آئے ہیں کسی سے جو مرے شوق کا حال
پوچھتے پھرتے ہیں سب سے وہ کہاں ہے گستاخ

کچھ غضب سے بھی ترے خوف نہیں ہے اسکو
کسقدر حسرت بے تاب وتواں ہے گستاخ

ردیف ”د“

(۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء [illegible] غزل)

کرمِ ساقیِ میخانہ مبارک باشد
گرمیِ مجلسِ رندانہ مبارک باشد

عید ہے آجکا دن بادہ پرستوں کے لئے
عشرتِ گردشِ پیمانہ مبارک باشد

جسکے دیدار کی مدت سے تمنا تھی سو آج
ہے وہی رونقِ کاشانہ مبارک باشد

دلفروشانِ تماشا کو بصد عیش و نشاط
دولتِ جلوۂ جانانہ مبارک باشد

جانِ حسرت کے لئے مایۂ نازش ہے یہی
اضطرابِ دلِ دیوانہ مبارک باشد

(۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۱۳ء [illegible] غزل)

وہ ہوں جیلان سے آکر ہیر بغداد
زہے قسمت خوشا تقدیرِ بغداد

حقیقت میں ہے خاکِ روضۂ پاک
جسے کہتے ہیں سب اکسیرِ بغداد

ہمیں فردوس میں لائے تو کیا کیا
نظر میں پھر گئی تصویرِ بغداد

سوادِ ہند میں لگتا نہیں جی
دلِ دیوانہ ہے دلگیرِ بغداد

ہوائے شوق اُڑا لیجائے حسرتؔ
بنے اچھا یوہیں تدبیرِ بغداد

(۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء [illegible] غزل)

اے دردِ تو بپایۂ درماں رسیدہ باد
خارِ غمت بجانِ محبان خلیدہ باد

تا چند پاسداریِ دامان و جیبِ صبر
شادم کہ پارہ کردم و خواہم دریدہ باد

اے مایۂ حیات ببازارِ حسن و عشق
جنسِ غمت بہ قیمتِ جاں ہا خریدہ باد

شوقِ رخِ تو خوبتر از روئے خوب تست
حسنِ رخت ندیدم و یارب ندیدہ باد

رنجِ فراقِ یار کہ از مایہ سیر سد
خوش میرسد بہ حسرتِ حیراں رسیدہ باد

دل از صدمۂ ہجر پرخوں نماید	یروڈا جیل ۹ / ۲۰ نومبر سنہ ۲۲ء	سرشکِ غم طرفہ گلگوں نماید
بچشم تماشایم آں شوخ رعنا		نماید بحسن دگر چوں نماید
کلامت کہ سرتاسر اعجاز باشد		باہلِ ہوس نیز افسوں نماید
جمالے کہ از عشق او وام گیرد		سخن صرفِ تزئینِ مضموں نماید

زہے حسن و تصویر خوبش کہ حسرت
زلیخا رباید بہ مجنوں نماید

ردیف "ذ"

حاصل جو ہوئے دردِ محبت کے لذائذ	یروڈا جیل ۲۰ نومبر سنہ ۲۲ء	میں بھول گیا عیش و فراغت کے لذائذ
جبتک نہ کھلے یہ کہ محبت ہے عبادت		محسوس ہوں کیا تیری اطاعت کے لذائذ
ارواح پہ اعمال کے آثار ہیں طاری		دوزخ کے شدائد ہیں تو جنت کے لذائذ
پوچھے کوئی اربابِ تمنا کے دلوں سے		حسنِ رخِ جاناں کی حکایت کے لذائذ

ڈرتے ہیں جو میدانِ وغا سے انہیں حسرت
معلوم نہیں شوقِ شہادت کے لذائذ

انکو رسوا مجھے خراب نکر	یروڈا جیل ۲۱ نومبر سنہ ۲۲ء	اے دل اتنا بھی اضطراب نکر
آمدِ یار کی امید نہ چھوڑ		دیکھ اے آنکھ شوقِ خواب نکر
شوقِ یار و نگاہِ بے شمار نہیں		ستم اے دوست بے حجاب نکر
دلکو بستِ خیالِ یار بنا		لب کو آلودۂ شراب نکر

رکھ بہر حال شغل سے حسرت
اسمیں پروائے شیخ و شاب نکر

ہوگئی کثرتِ نظر		پردۂ حسن بیحجر
تجھکو دمِ وداعِ جاں		دیکھ لیا بچشمِ تر

عاشقِ نامراد کی آہ میں بھی نہیں اثر
بھرتے ہیں دم سب آپ کا جن و بشر شجر حجر
دھوئیگی داغِ معصیت پاکیِ گریۂ سحر
عشق تلاشِ حسن میں خاک لیے ہے دربدر
بزمِ سرورِ یار میں غم کا بھلا کہاں گذر
کشمکشِ فراق سے ہے لبِ جاں پہ الحذر
وصل کے بعد روح میں کچھ بھی رہا نہ شور و شر
نورِ جمالِ یار پر جم نہ سکی کوئی نظر
دیکھے جو اُنکو بےحجاب کب ہے یہ طاقتِ بصر
جی کا نہو کہیں زیاں راہِ جنوں ہے پُرخطر
کہنے گئے تھے اُنسے حال کچھ بھی نہ کہہ سکے مگر
عشق سے درد کے سوا دلکو ملا نہ کچھ ثمر
کثرتِ اشکِ شوق سے دامنِ جاں ہے پُرگہر

۱۹ مارچ سنہ ۱۲ء ۔ ہمدرد دہلی

بے ثمری ہے عشق میں
حسرتِ زار کا ہنر

دل ہے ترے وصل کا طلبگار دیوانہ بکارِ خویش ہشیار
قیدِ ہوس و خرد سے چھُٹ کر آزاد ہیں عاشقانِ احرار
سردارِ بلاکشانِ غم ہیں اس جانِ جہانیاں کے بیمار
آمادۂ قتلِ عاشقاں ہے وہ یار وہ شاہدِ ستمگار
بازارِ جمال میں لگے ہیں دیکھو جدھر آرزو کے انبار
لٹ جائے نہ رختِ صبر اے دل اس خالِ سیاہ سے خبردار

۲۰ ستمبر سنہ ۱۲ء ۔ ہمدرد دہلی

حسرت نے بھی مثلِ شمس تبریز
اشعار میں کہہ دیے سب اسرار

ابر و مے و نغمہ صحنِ گلزار
تم پاس نہیں تو سب ہیں بیکار

وعدے پہ وہ آئیں تو پھر اُن سے
اقرار بن آئے گا نہ انکار

پابوس کی التجا پہ اُس نے
کس ناز سے کہہ دیا خبردار

(قطعہ)

مایوس وصال ہیں زباں پر
پھر بھی ترے نام کی ہے تکرار

ہے شوق مری طلب کا بیحد
معلوم نہ ہو سکے گی مقدار

ایسوں سے ہو کیا کرم کی امید
ہے جنکی طرف نظر بھی دشوار

کب مائل غیر ہیں وہ حسرت
بااینہمہ التفاتِ بسیار

استادہ ہوئے صفوف ابرار
جنت کو چلے جو ہم گنہگار

مخموری عشق سے تو ایدل
زنہار جو ہو کبھی خبردار

(قطعہ) ق

انگار سے تیرے شہر دل میں
آبادی آرزو سے مسمار

ہمرنگ شفق ہے آتش گل
سبزی ہے چمن کی رشکِ زنگار

لبریزِ نشاط ہے دل شوق
آثارِ بہار ہیں نمودار

ہم جب سے ہوئے ہیں کافر عشق
تسبیح بکار ہے نہ زنار

دنیا سے غرض نہ دیں سے کام
حسرت ہے غریق جلوۂ یار

[illegible]

کہدیا خوب ہمکو پیار نکر
جبر اتنا بھی اختیار نکر

محفلِ غیر میں خدا کے لیے
تو مجھے یاد بار بار نکر

دیکھ اے احتیاطِ پائے جنوں
خار سے ڈر کے ہمکو خوار نکر

دشمنِ اہلِ اشتیاق نہ بن
حسنِ رخ کو نقاب دار نہ کر

دیکھ اہلِ ہوس کو قولِ وصال
عشقبازوں کو شرمسار نہ کر

سوزِ غم کو بھی سازِ عیش سمجھ
عشق میں فرقِ نور و نار نہ کر

کم ہیں جتنے وہ داغ دیں حسرتؔ
شوق سے کھائیے جا شمار نہ کر

۱۲ دسمبر ۲۳ء بروز دوشنبہ

پیمانِ لطف و عہدِ وفا را نگاہدار
جانا کہ بر تو ام نیست خدا را نگاہدار

پنہاں بگوے حرفِ محبت باہلِ شوق
غمازیِ نسیم و صبا را نگاہدار

دشنامِ نازِ خویش باغیار صرف ساز
تکریمِ اہلِ صدق و صفا را نگاہدار

در پیشِ تست مرحلۂ خونِ عاشقاں
شمشیرِ ناز و تیغِ ادا را نگاہدار

اظہارِ لطف تو بہوس پیشگاں خوش است
حسرت پسندیِ دلِ ما را نگاہدار

از آہِ بیقرار دل آزردگاں بترس
تاثیرِ اضطرابِ دعا را نگاہدار

زنہار اگر ز حسن بخواہی مرادِ عشق
حسرت اصولِ فقر و فنا را نگاہدار

۲۵ جنوری ۲۴ء بروز دوشنبہ

السلام اے شہِ بشیر و نذیر
داعی و شاہد و سراجِ منیر

آرزو ہے کہ نامِ پاکِ حضور
کاش ورد زباں ہو وقتِ اخیر

تمنے کیونکر کیا دلوں کا شکار
ہے بظاہر کماں پاس نہ تیر

بہ طفیلِ صغیر ذرۂ عشق
محو سارے ہوئے گناہ کبیر

دلِ حسرت ہے سوزِ جاں کا ہلاک
جانِ حسرت ہے دردِ دل کی اسیر

درحجرۂ حسن کا نہ کر باز
مشتاقِ جمال ہیں نظر باز

محفل میں وہ جلوہ گر ہے بیباک
بیتاب ہیں عاشقانِ سرباز

آنکھوں ہی میں کٹ گئی شبِ ہجر
روئے سے نہ آئی چشم تر باز

(ق)

کہتے ہیں در قبول اک شب
ہوتا ہے بہ نوبت سحر باز

اک نعرۂ حق سے تو بھی حسرت
کرنا ہو تو کر دیا اثر باز

[illegible]

ہوائے برشگالی ہے ہوس خیز
کرے کوئی کہاں تک مے سے پرہیز

تبسم ہے ترا اے شاہِ خوباں
سراسر اک تماشائے دلاویز

فسونِ طرفہ ہے حرفِ لبِ یار
کہے شکر شکن گا ہے نمک ریز

نہیں اب تک حواسِ عقل برجا
شرابِ عاشقی تھی کس قدر تیز

مجھے فیضِ سخن پہنچا ہے حسرت
ز روحِ پاکِ شمس الدین تبریز

[illegible]

میہماں او میہمانِ عزیز
کون رکھیگا تم سے جان عزیز

ہم بھی گرویدۂ شہادت ہیں
آپ کو ہے جو امتحان عزیز

عاشقوں کی خراب حالی کو
رکھ نہ ظالم خدا کو مان عزیز

رہ گئے دور اُنسے لطفِ زیست کہاں
جان کے ساتھ ہے جہان عزیز

کس قدر گوشِ یار کو حسرت
ہے ترے غم کی داستان عزیز

[illegible]

ہم کہیں تا کجا حدیثِ نیاز
جب سے بھی کہیں وہ دلبرِ ناز

عشق طاعت گزار ہو کہ نہ ہو
حسن ہر حال میں ہے بندہ نواز

رہ گئی ذاتِ حق میں ہو کے فنا
اب نہ ہم ہیں نہ دل نہ سوز نہ ساز

دولتِ آرزو سے مالا مال
دلِ عاشق ہے اک دفینۂ راز

خونِ دل سے وضو کریں تو کہیں
بن پڑے جا کے عاشقوں کی نماز

ہند و ایراں ہیں خاص مسکنِ عشق
ماورائے عراق و شام و حجاز

دیکھئے دل پہ کیا بنے حسرت
عشوہ گر حسن عشق ہے جانباز

ردیف "س"

ہر درد و ہر مرض کی دوا ہے تمہارے پاس
آتے ہیں سب یہیں کہ شفا ہے تمہارے پاس

کس کس خوشی سے ہوتے ہیں لوگوں کے دل اسیر
کیا چیز دامِ زلفِ دوتا ہے تمہارے پاس

سمجھاؤ لاکھ دل کو پر آتا نہیں قرار
اسکا بھی کچھ علاج بھلا ہے تمہارے پاس

سب حل ہوں مشکلیں جو ملے دولتِ یقیں
لوحِ طلسمِ بیم و رجا ہے تمہارے پاس

خاموش تم ہو سب ہیں ہلاکِ فریبِ لطف
اچھی یہ تیغِ نیم رضا ہے تمہارے پاس

کسکو نہیں قبول کہ ہے شغلِ مے حرام
پر فصلِ گل میں ہو تو روا ہے تمہارے پاس

اقرار ہے کہ دل سے تمھیں چاہتے ہیں ہم
کچھ اس گناہ کی بھی سزا ہے تمہارے پاس

بیمارِ غم ہیں دور سے آئے ہیں سنکے نام
کہتے ہیں دردِ دل کی دوا ہے تمہارے پاس

حسرت کرو نہ دلمیں زیارت حضور کی
آئینۂ رسول نما ہے تمہارے پاس

ردیف "ش"

نارسائی میں بھی رہے اسکی کاوش
دلکو حاصل سرورِ سعی و تلاش

مقصدِ عشق جانِ عشق ہے درد
دردِ لذت فروش و راحت پاش

کیوں نہ آئے جو تو ہے بادہ فروش
نقدِ جاں لیکے حسرتِ تلاش

جلوۂ حق کو ہے نظر کی تلاش
دلِ عاشق کرے بصر کی تلاش

حال دل کی انہیں خبر ہے یونہیں
ہمکو ناحق ہے نامہ بر کی تلاش

حسن انکا اثر پذیر نہیں ... جذبِ دل کو ہے کیوں اثر کی تلاش
گرہانِ وصالِ یار کریں ... جا کے بانسے میں راہبر کی تلاش
شمس رومی سے پوچھ لیں ہو جنھیں ... سخنِ عشقِ معتبر کی تلاش (ق)
اُس جفا جو سے ہے وفا کی امید ... ثمرِ شاخِ بے ثمر کی تلاش

ہو جنھیں ہو ہمیں تو ہے حسرتؔ
خواہشِ زر بھی دردِ سر کی تلاش

جان ہے اپنی آب و گل کی خلش ... مٹ چکی دل سے دردِ دل کی خلش
مدتیں ترکِ عاشقی کو ہوئیں ... کہ رہا دل نہ زخمِ دل کی خلش (ق)
گاہ گاہ اب بھی ہوتی ہے محسوس ... مگر اک شوقِ مشتعل کی خلش
دل سے محروم ہو کے بھی نہ مٹی ... آرزو ہائے منفعل کی خلش

نہ رہا دل میں تھا جو کچھ حسرتؔ
مگر اک دردِ مضمحل کی خلش

دشمنِ ہر عاقل و فرزانہ باش ... اے دل اندر عاشقی دیوانہ باش
دردِ عشق اے میہمانِ جانِ من ... باش و وجہِ رونقِ این خانہ باش
التفات از من مجو در بزمِ غیر ... بے رخی در زد تو ہم بیگانہ باش
ہمنشیں بازم حدیثِ لطفِ یار ... گو بہ دہر تکرارِ آں افسانہ باش

ساقیا جامے بہ حسرتؔ نیز ہم
کامیابِ شیشہ و پیمانہ باش

ردیف "ص"

آنکھوں میں نور جلوۂ بے کیف و کم ہے خاص ... جب سے نظر پہ انکی نگاہ کرم ہے خاص
ہمکو بھی کچھ عطا ہو کہ اے حضرتِ کرمشن ... اقلیمِ عشق آپ کے زیرِ قدم ہے خاص

حسرت کی بھی قبول ہو متھرا میں حاضری
سنتے ہیں عاشقوں پہ تمہارا کرم ہے خاص

نہ ہوئے آپ آشنائے خلوص
نہ سنی میری التجائے خلوص

طے کرائے دل بزورِ علم و عمل
راہ بیم و رجا بپائے خلوص

زہد حیرانِ کارِ عشق ہوا
ہم میں پا کر نہ کچھ سوائے خلوص

ذکر و فکر و ریاض و صوم و صلوٰۃ
سارے جھگڑے ہیں اک برائے خلوص

اور حقیقت میں انکے سب کے سوا
عشق ہے اصل مدعائے خلوص

تم دعا کو بھی التجا سمجھے
تھی وہ حالانکہ اک صدائے خاص

[illegible]

انکو اب ضد یہ ہے کہ حسرت بھی
شوق پیدا کرے بجائے خلوص

ردیف "ض"

سرخیٔ حسن سے ملبوس نگارِ عارض
پا عیاں نور کے پردے میں ہے نارِ عارض

دیکھنا صبح شبِ وصل بہارِ عارض
لیلِ گیسو سے نمایاں ہے نہارِ عارض

خواب راحت سے اٹھے وہ تو لیے زینتِ حسن
رونقِ صبح بنی آئینہ دارِ عارض

اُس شہِ حسن کے ماتحت ہے دنیائے جمال
خطِ لب خطِ جبیں تتارِ عارض

[illegible]

گریۂ اہلِ تمنا کے اثر سے حسرت
ملکِ خوبی میں ہے سرسبز جوارِ عارض

کیونکر کہیں کہ ہم پہ اطاعت نہیں ہے فرض
فطرت پہ کیا تمہاری محبت نہیں ہے فرض

بیخود ہیں جائیں گے تری محفل میں بے طلب
کچھ ہم پہ التماسِ اجازت نہیں ہے فرض

پھر کیوں جفائے یار سے نالاں ہیں اہلِ دل
کیا عاشقوں پہ شوقِ شہادت نہیں ہے فرض

بے ضرب و ذکر و فکر ملے گی ہمیں مراد
اہلِ وفا پہ زہد و ریاضت نہیں ہے فرض

[illegible]

حسرت کرو دعا کہ ہے دل فگار عشق
تدبیر اندمال جراحت نہیں ہے فرض

دلربائی کبھی آشتی سے غرض
اب اُنھیں کیا بھلا کسی سے غرض

کچھ نہیں اور عاجزی کے سوا
ہمکو اظہارِ عاجزی سے غرض

جنکی ہے حسنِ دائمی پہ نظر
کیا اُنھیں عشقِ عارضی سے غرض

دلکو اک ترکِ عشق پر بھی رہی
حسن کی خواہشِ خفی سے غرض

حال ابتر ہے عاشقوں کا تو ہو
زلفِ جاناں کو برہمی سے غرض

بیخوداں خدا نہیں رکھتے
سر و سامان آگہی سے غرض

اب ہے اس بندۂ تغافل کو
دوستی سے نہ دشمنی سے غرض

کچھ نہیں جانتے وفا و جفا
جنکو ہے آپکی خوشی سے غرض

پاسِ خاطر ہے حسنِ خوباں کا
ورنہ حسرت کو شاعری سے غرض

ردیف "ط"

الفت نہ مودّت نہ مروت کے شرائط
پورے ہوے کون اُنسے محبت کے شرائط

اب دیر نہیں کچھ تری شہرت میں کہ واعظ
موجود ہیں سب کشف و کرامت کے شرائط

تہذیبِ نظر سے ترے دیدار کے طالب
پورے تو کریں پہلے زیارت کے شرائط

محفل میں تری جذبِ محبت سے بھی دل نے
طے کر لیے پہلے سے وکالت کے شرائط

رکھتے ہیں عبث چشمِ ولا ہمسے وہ حسرت
نابود ہوے جن سے خلافت کے شرائط

ردیف "ظ"

حور کا ذکر نہ کیا کیا بزبانِ واعظ
وصفِ جنت میں سُنے کوئی بیانِ واعظ

ن پڑا کچھ بھی نہ رندوں کے دلائل کا جواب
سخت چکر میں ہے عقلِ ہمہ دانِ واعظ

زم دنیائے ریا میں ہے جو بازارِ فریب
آجکل خوب ہی چلتی ہے دکانِ واعظ

ز وہیں رند کہ چھوڑیں گے نہ دامن تیرا
کس مصیبت میں پھنسی آنکے جانِ واعظ

[illegible]

لیگیا ہے کوئی پگڑی جو اُڑا کر حسرت
مجھ گنہگار پہ ناحق ہے گمانِ واعظ

ردیف "ع"

عشق ہے جان و مالِ اہلِ سماع
دولت لازوالِ اہلِ سماع

اہلِ دل کا ہے ایک ہی مسلک
مسلکِ بیمثالِ اہلِ سماع

کشتۂ عشق ہے ہر اک اُنمیں
رحمتِ حق بحالِ اہلِ سماع

اُنسے جو کچھ ہے سب محبت ہے
حال ہو یا کہ قالِ اہلِ سماع

[illegible]

زاہدوں کے پڑیگا سر حسرت
اک نہ اک دن وبالِ اہلِ سماع

ظلمتیں دلکی سب ہوگئیں مرفوع
کہ ہوا مہرِ عشقِ یار طلوع

مذہبِ عشق ماہروبان کے
دلکو سب یاد ہیں اصول و فروع

تو جو ساقی بنے تو شغلِ شراب
محتسب بھی کہے کہ ہے مشروع

عیشِ جاں بھی ہے جسپہ دل صدقے
کسقدر دردِ عشق ہے مطبوع

[illegible]

خاکسارانِ عاشقی حسرت
کچھ نہیں جانتے سجود و رکوع

ردیف "غ"

غم و فکر و شوق و تمنا سے فارغ
ہیں عاشق ترے ساری دنیا سے فارغ

نہ تم ہو مرے جذبِ الفت سے بیغم
نہ یوسف تھے عشقِ زلیخا سے فارغ

[illegible]

اُنھیں جلوہ گر دلمیں ہر لحظہ پاکر
وہ مطلق ہیں خود اُنکی نسبت ہے لیکن

تمنا ہے فکر تماشا سے فارغ
نہ اعلےٰ سے فارغ نہ ادنےٰ سے فارغ

پناہِ محبت میں ہم آگئے حسرت
ہوئے خوفِ احکامِ بیجا سے فارغ

آئینہ دیکھئے کہ آپ نے لفظ دروغ
ہم اُنپہ مرکے زندۂ جاوید ہو نہ جائیں
دلداریوں کے واسطے کیجے یہ دلبری
تسکینِ غم کی اور تو کیا دلکو ہے امید

ہمیشل ہم ہیں قول یہ ہے سر بسر دروغ
ٹھہرے کہیں نہ حکم قضا و قدر دروغ
اتنا تو ہمسے بول نہ اے فتنہ گر دروغ
شہرا جفائے یار کا ٹھہرے مگر دروغ

حسرت یہ ہجرِ یار میں کیا حال کرلیا
دعوائے صبر آپکا تھا کسقدر دروغ

ردیف " ف "

مونسِ بیکساں درود شریف
طالبانِ وصال کو ہر دم
میری جانب سے اُنکے پاس تلک
یہ بھی اک فیضِ عشق ہے ورنہ

راحتِ عاشقاں درود شریف
چاہئے بر زباں درود شریف
لیچلے ارمغاں درود شریف
ہم کہاں اور کہاں درود شریف

شوقِ نامِ حضور کا حسرت
بنگیا ترجماں درود شریف

نازِ اُس رخ پہ ہے ادب کے خلاف
کچھ بھی ہم اُسنے کہہ سکے نہ کہیں
سکرِ غم تابعِ خمار نہیں
آج پھر کیا وہ روز کرتے ہیں

دل ہے اس فیصلے میں سب کے خلاف
ناخوشیہائے بے سبب کے خلاف
مستیٔ بادۂ عنب کے خلاف
بیرخی وعدہ ہائے شب کے خلاف

حسنِ جاناں کے عہد میں حسرت
شوق ٹھہرا ہے ماوجب کے خلاف

ردیف "ق"

پڑھیے اسکے سوا نہ کوئی سبق — خدمتِ خلق و عشقِ حضرتِ حق
ترکِ غم پر بھی دردِ دل کا رہا — سالہا سال آرزو کو قلق
وصل میں بھی غذائے روح رہا — دردِ فرقت بقدرِ سدِّ رمق
مٹ گئے دل سے عاشقی کے نقوش — رہ گیا سادہ زندگی کا ورق

شعرِ حسرت نے سارے کھولدیے
عشقبازی کے عقدہائے ادق

جیتے ہیں دردِ محبت کے سہارے عاشق — عاشقِ عشق بھی ہیں حسن کے مارے عاشق
آگئی کسکے جمالِ عرق آلود کی یاد — رات بھر گنتے رہے ہجر میں تارے عاشق
تمھیں انصاف کرو تم سے جدا رہ کے بھلا — عمر آرام سے کس طرح گزارے عاشق
اب اٹھاؤ بھی کہیں پردہ بہت آج تلک — کر چکے چشمِ تصور سے نظارے عاشق

قدرِ حسرت انھیں کب جا کے سوئی ہو کر [illegible]
وہ بھی اک شوخ جفاکار پہ ہارے عاشق

ردیف "ک"

امامِ برحقِ اہلِ رضا سلام علیک — شہیدِ معرکۂ کربلا سلام علیک
گلِ مرادِ ولایت حسینؑ ابنِ علیؑ — تتمۂ شرفِ مصطفیٰ سلام علیک
ثبوت یہ ہے کہ نورِ شہادتِ کبریٰ — تری جبیں سے نمایاں رہا سلام علیک
عبث ہے اہلِ صبر و حق کی تلاش — تری مثال ہے واجب بنا سلام علیک
ترے طفیل میں حسرت بھی ہو شہیدِ وفا — یہی دعا ہے یہی [illegible] سلام علیک

چھپیگی تری دوستداری کہانتک
کریگا دل اخفا یاری کہانتک

نظر باز تاڑ لیں گے سب حال شب کا
چھپے گی وہ چشم خماری کہانتک

کریگی فقیروں سے اے شاہ خوباں
تغافل تری شہریاری کہانتک

سر راہ بیٹھے ہیں بے خواب و خورہم
نہ نکلے گی انکی سواری کہانتک

کرو سیر دنیا سے حیرت بھی حسرت
خرد مندی و ہوشیاری کہانتک

ردیف "ل"

نہ کیا بار غم کسی نے قبول
غیر انساں کہ تھا ظلوم و جہول

بھیجئے تحفۂ درود و سلام
بجناب رسول و آل رسول

خاصہ بر روح پر فتوح حسین
نور چشم علی و جان بتول

نوجوانان خلد کے سردار
گلبن روضۂ رسول کے پھول

جنکے روضے پہ رحمت حق کا
روز ہوتا ہے کربلا میں نزول

جملہ ارباب صبر و فقر و فنا
جن سے سیکھے ہیں عاشقی کے اصول

بارگاہ حضور میں حسرت
کاش ہو جائے یہ غزل مقبول

رنج بیجا پہ کیا تمنے جو اظہار ملال
انکی چتون سے عیاں پھر ہوئے آثار ملال

وہ جو بگڑے تو بنی حسن کی تصویر غضب
گل ناز انکے ہوئے طرۂ دستار ملال

اپنی محفل میں علی الرغم عدو کر کے طلب
مجھکو ناحق وہ بنانے ہیں گنہگار ملال

چھپ سکیگا نہ چھپائے سے کبھی انکا غبار
کب تک آپ کیے جائیں گے انکار ملال

حال اس خوف سے ہم کہہ نہیں سکتے اپنا
کہ مبادا ہو ترا دل بھی گرانبار ملال

رد نہ کر سن بھی لیں جلد وہ جائیں حسرت
کہ سنائیں انہیں ہم جاکے یہ اشعار ملال

ردیف "ہم"

۱۲ جون ۱۸ [illegible]

سیہ کار تھے باصفا ہو گئے ہم
ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم

نہ جانا کہ شوق اور بڑھ لیگا میرا
وہ سمجھے کہ اس سے جدا ہو گئے ہم

دم واپسیں آئے پرسش کو ناحق
بس اب جاؤ تم سے خفا ہو گئے ہم

جب اُٹھے ادب نے نہ کچھ منہ سے مانگا
تو اک پیکر التجا ہو گئے ہم

فنا ہو کے راہ محبت میں حسرت
سزاوار خلد بقا ہو گئے ہم

۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۹۲ء بروز جمعہ (ق)

کرو کچھ تو ارشاد یا غوث الاعظم
سنو میری فریاد یا غوث الاعظم

گرفتاری حسن فانی سے دلکو
کرو جلد آزاد یا غوث الاعظم

رہِ عاشقی میں کہیں میری محنت
نہ ہو جائے برباد یا غوث الاعظم

زیارت ہزار دلکو ہوتی ہے اکدن
اُسے بھی کرو یاد یا غوث الاعظم

کہانتک رہے دلمیں حسرت کے آخر
تمنائے بغداد یا غوث الاعظم

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بوقت [illegible]

رنج راحت ہے سکونِ غم ہجراں کی قسم
یادِ جاناں کی قسم جلوۂ جاناں کی قسم

کیا تھے ہم ہو گئے اک ساغرِ مے سے کیا ہم
جادو ہے گردش پیمانۂ گرداں کی قسم

تجھکو مخمور جو دیکھا ہے تو اے پیکر ناز
مست ہم بھی ہیں تری مستی لرزاں کی قسم

عالمِ حسن میں یکتا ہے ترا جلوۂ نور
ماہِ تاباں کی قسم مہر درخشاں کی قسم

آج اگر منہ نہ بجھا دے لبِ ساغر سے مرا
ساقیا تجھکو مری مستی پیماں کی قسم

آجتک یاد ہیں صدمے جو دئے تھے تونے
اے جفا کار تری کثرت احساں کی قسم

حسرت اب کیوں ہیں وہ پیر دلی ماند وفا
ہم نہ دیکھیں گے ہیں دیدۂ حیراں کی قسم

مانوس ہو چکے تھے ازل میں فنا سے ہم	اس انتہا کو جانتے ہیں ابتدا سے ہم
کیا کیا ہوس کو آتی ہے خوشبوے آرزو	آنکھیں جب اپنی ملتے ہیں انکی ردا سے ہم
عرضِ کرم سے پہلے ہی بولے وہ روزِ وصل	شرمندہ ہوں کہیں نہ تری التجا سے ہم
اُس انجمن کے شوق میں جی کا زیاں سہی	اکبار اُنکو دیکھ تو لیں گے بلا سے ہم
گویا وہ سب سنا ہی تو دیگی وہانکا حال	کیا کیا سوال کرتے ہیں بادِ صبا سے ہم
محرومیاں بھی انکی ہیں عنوانِ التجا	کہتے ہیں وہ کہ ڈرتے ہیں اہلِ وفا سے ہم

حسرت خیالِ غیر سے بیگانہ ہو گئے
مانوس ہو کے اُس نگہِ آشنا سے ہم

ردیف "نون"

عشق میں جذب کیا اثر بھی نہیں	مر مٹے ہم انھیں خبر بھی نہیں
جل چکا آپ کا فریبِ وفا	اب میں اس درجہ بے خبر بھی نہیں
ہمکو اب شوق سے کہاں لیکن	مفت ملجاے تو حذر بھی نہیں
بیدلی میں فغانِ شام تو کیا	صورتِ گریۂ سحر بھی نہیں

بادہ نوشی میں سچ تو ہے حسرت
نفع شاید نہو ضرر بھی نہیں

ایدل اُنکو وفا کی خو ہی نہیں	درخورِ لطف یا کہ تو ہی نہیں
عشق سے ملکے عقلِ حیراں کا	اب وہ اندازِ گفتگو ہی نہیں
حسن ہے بے نیازِ عشق و ہوس	ہم بھی ناکام ہیں عدو ہی نہیں
کوے جاناں میں کھو کے بیٹھ رہے	اب ہمیں دل کی جستجو ہی نہیں

کثرتِ شوق سے ہمیں گویا
حسرت اب کوئی آرزو ہی نہیں

[illegible]

روح کو محوِ جمالِ رخِ جاناں کر لیں
ہم اگر چاہیں تو زنداں کو گلستاں کر لیں

انکو لکھیں جو خطِ شوق تو اربابِ صفا
نقشِ اخلاص کو زیبائشِ عنواں کر لیں

رنج راحت ہے اگر حسبِ تقاضائے مراد
اہلِ تسلیم تپِ درد کو درماں کر لیں

اہلِ ظاہر سے بچانا ہو تو لازم ہے کہ ہم
پردۂ حال میں ترے درد کو پنہاں کر لیں

کیا کریں اسکے سوا تیرے تغافل کا علاج
کہ دلِ زار کو گرویدۂ حرماں کر لیں

جان دینا ہے تو کر دیں ترے قدموں پہ نثار
کام مشکل ہے تو مشکل کو ہم آساں کر لیں

طالبانِ کرمِ یار پہ ہو تنگیٔ عشق
دامنِ زہد پہ گلکاریٔ عصیاں کر لیں

دل میں جا دیکے ترے درد کو اربابِ یقیں
اب بھی گر چاہیں تو گنجائشِ ایماں کر لیں

آپ اپنے شوق سے پنہاں طلبِ عشق
کچھ نگر نذرِ دل و جاں کا تو ساماں کر لیں

[illegible]

فیضِ محبت سے ہے قیدِ محن
میرے لئے ایک بلائے حسن

شامِ غریباں کے برابر کہاں
مذہبِ عشاق میں صبحِ وطن

آہ وہ غارتگرِ صبر و شکیب
سلسلۂ زلف شکن در شکن

فتنۂ جاں وہ سخنِ دلپذیر
دشمنِ دیں وہ نگہِ سحر فن

جب سے کہا عشق نے حسرت تجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

[illegible]

لطف کی اُن سے التجا نہ کریں
ہم نے ایسا کبھی کیا نہ کریں

مل رہیگا جو اُن سے ملنا ہے
لب کو شرمندۂ دعا نہ کریں

صبر مشکل ہے آرزو بیکار
کیا کریں بیخودی میں کیا نہ کریں

مسلکِ عشق میں ہے فکر حرام
دلکو تدبیر آشنا نہ کریں

مرضیٔ یار کے خلاف نہ ہو
لوگ میرے لئے دعا نہ کریں

شوق انکا سو مٹ چکا حسرت
کیا کریں ہم اگر وفا نہ کریں

کچھ میرے حالِ زار کی انکو خبر نہیں
کیا ہو جو میں ہی جاکے سنا دوں مگر نہیں

پہلو میں دلکو ڈھونڈھ رہی ہے نگاہِ یار
کیا جانے اب کوئی وہ کدھر ہے کدھر نہیں

کب تھے وہ میرے حال سے اسدرجہ بیخبر
کیونکر کہوں میں نالۂ دل میں اثر نہیں

ہم بیکسوں کو قتل جو کرتا ہے بیگناہ
کچھ اے عزیز تجھکو خدا کا بھی ڈر نہیں

۱۲ مارچ ۱۹۱۲ء بروز دوشنبہ

ہو یار تک رسائی حسرت نہ کیوں محال
اس محفلِ سرور میں غم کا گزر نہیں

ہم دیر سے نظارۂ خوباں میں لگے ہیں
یہ پھول غضب گلبن امیاں میں لگے ہیں

ٹکڑے ہیں یہ کسکے دلِ محروم کے ظالم
ابتک جو ترے تیر کے پیکاں میں لگے ہیں

مجھسے وہ کھلیں کیا کہ نظر اٹھ نہیں سکتی
محجوب ہیں پیمائش داماں میں لگے ہیں

لگتی ہی نہیں روضۂ رضواں میں طبیعت
انکی جو سیر کوچۂ جاناں میں لگے ہیں

۱۱ اگست ۱۹۱۲ء بروز دوشنبہ

باقی نہیں اک تار بھی دامن میں جو حسرت
اب اہلِ جنوں فکر گریباں میں لگے ہیں

نہ سہی گر انھیں خیال نہیں
کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہیں

یاد انھیں وعدۂ وصال نہیں
کب کیا تھا یہی خیال نہیں

ایسے بگڑے وہ سنکے شوق کی بات
آجتک ہمسے بول چال نہیں

مجھکو اب غم یہ ہے کہ بعد مرے
خاطرِ یار بے ملال نہیں

عفوِ حق کا ہے میکشونپہ نزول
ریزشِ ابرِ برشگال نہیں

سنکے مجھسے وہ خواہش پابوس
ہنسکے کہنے لگے مجال نہیں

۳۰ جولائی ۱۹۱۲ء بروز دوشنبہ

آپ نادم ہوں کہ حسرت سے
شکوۂ غم کا احتمال نہیں

اُس بت کے پجاری ہیں مسلمان ہزاروں
بگڑے ہیں اسی کفر میں ایمان ہزاروں

تنہائی میں بھی تیرے تصور کی بدولت
دل بستگیٔ غم کے ہیں ساماں ہزاروں

آنکھوں نے تجھے دیکھ لیا اب انہیں کیا غم
حالانکہ ابھی دل کو ہیں ارمان ہزاروں

چھانے ہیں ترے عشق میں آشفتہ سری نے
دنیائے مصیبت کے بیاباں ہزاروں

اک بار تھا سر گردنِ حسرت پہ رہیں گے
قاتل تری شمشیر کے احسان ہزاروں

[illegible]

اک طرفہ ماجرا ہے در کوئے میفروشاں
سرگرم بادہ نوشی استوۂ خرقہ پوشاں

مصروفِ یادِ حق ہیں رندانِ لاابالی
گویا ہے بزمِ ساقی اک محفلِ خموشاں

کام آئیگی نہ کچھ بھی کیا اپنی جاں نثاری
اے شاہِ ماہ رویاں اے جانِ سرفروشاں

بے پردہ جلوہ گر ہے محفل میں وہ خود آرا
کیونکر جھلک نہ اٹھے تقدیرِ دلفروشاں

ہم بھی بگڑ کے رہتے اُس بحر سے حسرت
انکار سے جو ہوتا آئینِ دُردنوشاں

[illegible]

یہ کس بزم کے ہم نکالے ہوئے ہیں
کہ محرومیوں کے حوالے ہوئے ہیں

وہ اب آئیں محفل میں سب اہلِ محفل
خبردار ہیں دل سنبھالے ہوئے ہیں

محبت کی خوشبو سے بہت یکسر
تری شال تیرے دوشالے ہوئے ہیں

وہ بے پردہ سوتے ہیں جس [illegible]
[illegible] یونہیں منہ پہ ڈالے ہوئے ہیں

ضیا بار ہی حسنِ جاناں سے حسرت
اندھیرے سے دل جو اُجالے ہوئے ہیں

کب وہ بلاتے ہیں دوبارا ہمیں
جب نہ ہاں دید کا یارا ہمیں

ہوش میں کیا آئیں نہیں چھوڑتا
جلوۂ جاناں کا نظارا ہمیں

کچھ بھی نہیں ہے اگر اُنکے بغول
پھیر نہ دیں دل وہ ہمارا ہمیں

اُنکی جفا کبھی سہی معلوم ہے
حال ترے شوق کا سارا ہمیں

حکم فنا کی انھیں حاجت نہ تھی
آنکھ سے کافی تھا اشارا ہمیں

کون ہے کیا ہے وہ بتِ بیوفا
کوئی بتاؤ یہ خدارا ہمیں

اُس دل نازک پہ نہو گر اثر
ہے غم فرقت بھی گوارا ہمیں

کاش جلا بھی دہی لے پھر کہیں
جس نگہ لطف نے مارا ہمیں

وہ بھی نہ حسرت کہیں دیدیں جواب
ایک انھیں کا ہے سہارا ہمیں

[illegible]

اب ہم میں بھلا زیست کے آثار کہاں ہیں
تم پھر بھی کسے جاؤ یہ بیمار کہاں ہیں

ہمکو یہی کیا کم ہے کہ بندے ہیں تمھارے
دعوائے محبت کے سزاوار کہاں ہیں

سجدے کئے اُس در کے اسی عذر پہ لاکھوں
ہم عاشق بیخود ہیں گنہگار کہاں ہیں

اکبار چلے جاؤ دکھا کر جھلک اپنی
ہم جلوۂ پیہم کے طلبگار کہاں ہیں

پوشیدہ ہم اُس گوشۂ محفل میں تھے حسرت
جبسمیں یہ نہ جانے نگہِ یار کہاں ہیں

[illegible]

نغمہ و مے کا حکم عام نہیں
عاشقو نیز یہ کچھ حرام نہیں

ظرفِ رنداں کی آزمائش ہے
بزم ساقی میں دورِ جام نہیں

فتنۂ عشوہ گفتگو ہے تری
محشرِ ناز ہے خرام نہیں

سخت عاصی ہے شاد خاطرِ زہد
کہ ترے کفرِ غم کی رام نہیں

کبھی اقرار ہے کبھی انکار
کچھ تری بات کو قیام نہیں

جلوہ فرما وہ اب ہوئے بھی تو کیا
کوئی مشتاق زیر بام نہیں

عید میں بھی شراب سے انکار
کچھ یہ حسرت مہ صیام نہیں

لطف و کرم کی راہ سے ایجانِ عاشقاں
رہ جا کبھی تو آن کے مہمانِ عاشقاں

ہر ہر قدم پہ راہِ وفا میں ہے خوفِ جاں
گر ہو نہ لطفِ یار نگہبانِ عاشقاں

رنگینیِ سرشکِ محبت کے حسن سے
دامانِ عاشقاں ہے گلستانِ عاشقاں

سچ پوچھئے تو حسن سے کچھ کم نہیں ہے عشق
یہ جانِ عاشقاں ہے وہ جانانِ عاشقاں

خلقِ خدا ہے گوش بر آوازۂ جمال
مانیں گے اب بھی آپ نہ احسانِ عاشقاں

ہمکو گدا نہ جان کہ اے سرفرازِ ناز
افتادگی ہے شیوۂ شایانِ عاشقاں

نورِ خیالِ یار سے روشن ہے سربسر
باوصفِ ظلمِ ہجر شبستانِ عاشقاں

لیتے ہیں آرزو کا یہیں آکے سب سبق
گویا ہے بزمِ یار دبستانِ عاشقاں

۱۱ نومبر سنہ ۲۳ع یرودا جیل پونا

لکھتا ہوں مرثیہ نہ قصیدہ نہ مثنوی
حسرتؔ غزل ہے صرف مری جانِ عاشقاں

یکرہ بدیارِ غم گذر کن
برخانۂ خرابیم نظر کن

از فتنۂ آہِ دردمنداں
ایں چہ نشستہ خطر کن

گاہے بہ زارِ من گرائی
پوشیدہ ز خلق چشم تر کن

فریاد مکن ز دستِ جورش
یا اے دلِ زار بے اثر کن

گاہے شبِ غم بیادِ لطفش
گاہے بامیدِ آں سحر کن

خاکِ درش از رہِ عقیدت
برداشتہ سرمۂ نظر کن

۱۰ نومبر سنہ ۲۳ع یرودا جیل پونا

حسرتؔ ز لباسِ عقل بگذر
رو کسوتِ عاشقی بہ بر کن

حسن کے ہم ہلاکِ دید بھی ہیں
یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں

خانہ زادِ جفائے مختصِ دوست
طالبِ شدتِ مزید بھی ہیں

باوجودِ علائقِ کثرت
عصرِ توحید کے وحید بھی ہیں

۳ جنوری ۲۴ع یرودا جیل

ہوش گم کردۂ سبیل رشاد | عقل کے پیر و رشید بھی ہیں
کامیاب مراد غم حسرت | شاد ئی شوق کے مرید بھی ہیں

حال کیا اُنسے بار بار کہیں | نہ سنیں گے وہ ہم ہزار کہیں
مرمٹے ہیں اسی لیئے کہ ہمیں | شیدا اپنا وہ جاں نثار کہیں
مایۂ عیش بھی ہے غم کی خلش | اب اسے گل کہیں کہ خار کہیں
شاہ خوباں کہ دزد رہزن دل | کیا تجھے اے نقابدار کہیں
اُنکی آنکھیں اگر کہیں تو غضب | دلکا افسانہ آشکار کہیں
رو سے جاناں کے عاشقونکو لیا | لوگ دیوانۂ بہار کہیں

(حاشیہ: [illegible] جنوری [illegible])

نامرادی مراد ہے حسرت | جب تمھیں خود وہ کامگار کہیں

ہم حال اُنھیں بھی دلکا سنانے میں لگے ہیں | کچھ کہتے نہیں پاؤں دبانے میں لگے ہیں
لاکھوں ہیں تری دید کے مشتاق مگر ہم | مجبور تجھے دل سے بھلانے میں لگے ہیں
اور ایسے کہاں حیرت و حسرت کے مرقعے | اے دل جو ترے آئینہ خانے میں لگے ہیں
کہتا ہے اُنھیں یہ کہ نہ ہم ہونگے مخاطب | پر کہتے نہیں زلف بنانے میں لگے ہیں
کچھ ہوش بسر دیا کا نہیں رند خرابات | اُٹھی ہے گھٹا دھوم مچانے میں لگے ہیں
قاتل ترے دامن پہ مرے خون کے دھبے | کچھ اور بھی خنجر سے چھٹانے میں لگے ہیں

(حاشیہ: ۱۹ مارچ [illegible])

ہر دم ہے یہ ڈر پھر نہ بگڑ جائیں وہ حسرت | پہروں جنھیں رو رو کے منانے میں لگے ہیں

ردیف "و"

نامرادوں کو شاد کام کرو | کرم اپنا کبھی تو عام کرو

کارِ عاشق ہے ناتمام سو تم
سبکی خاطر کا ہے خیال بھی
کھل سکے جب تلک نہ راہِ مراد
قتل کرکے اُسے تمام کرو
کچھ ہمارا بھی انتظام کرو
منزلِ صبر میں قیام کرو

[illegible]

پوچھتے ہیں وہ جاں نثاروں کو
تم بھی حسرت اُٹھو سلام کرو

لاکھ اُس شوخ جفاکار سے پرہیز کرو
میکشو یونہیں گزر جائے نہ تاریکیِ ابر
فرق لائے نہ کہیں تیزیِ صہبا میں گلاب
عاشقو دور نہیں منزلِ مقصودِ وصال
شوق پھر بھی یہی کہتا ہے سبا انگیز کرو
جام کو بادۂ پر نور سے لبریز کرو
مغبچو تم کو قسم ہے جو کچھ آمیز کرو
بادپائے طلبِ یار کو مہمیز کرو

[illegible]

اثر اُس خاطرِ بے غم پہ نہو گا حسرت
نالۂ شبگیر کہ تم آہِ سحر خیز کرو

اپنے آپے میں نہیں شوق کے مارے گیسو
ظلمتِ زلف سے نورِ رخِ انور نہ دبا
مائلِ شوق مجھے پاکے وہ بولے ہنسکر
نورِ ایماں کے معاون ہیں تمھارے عارض
فلکِ حسن پہ ہے ناز کے تاروں کی نمود
کام آئیگی وہ کیا اُنکی پریشانی میں
پھیلے جاتے ہیں رخِ یار پہ سارے گیسو
جیت عارض کی ہوئی شرط میں ہارے گیسو
دیکھو تمنے جو چھوئے آج ہمارے گیسو
کفرِ عشاق کے حامی ہیں تمھارے گیسو
یا تہِ زینتِ افشاں ہیں تمھارے گیسو
چشمِ بیمار کے ڈھونڈھیں نہ سہارے گیسو

[illegible]

فاتحہ پڑھنے چلے مرقدِ حسرت پہ جو وہ
پہلے کس ناز سے رو رو کے سنوارے گیسو

جسنے سونگھی ہے تری زلفِ سیہ کار کی بو
آجتک جس سے معطر ہے محبت کا مشام
کیا پسند آئے اُسے نافۂ تاتار کی بو
آہ کیا چیز تھی وہ پیرہنِ یار کی بو

[illegible]

بے پیئے مست کیئے دیتی ہے اسے پیر مغاں ۔۔۔ مے پرستو نکو ترے ساغر سرشار کی بو
ہوس انگیز تمنا ہے لب یار کا رنگ ۔۔۔ روشنی بخش نظر ہے مے گلنار کی بو

مستی حسن کے دریوں میں ہے کامل حسرت
شاہدان دکن و خلخ و فرخار کی بو

آرزو لازم ہے وجہ آرزو ہو یا نہو ۔۔۔ التفات اُس کافر خوبیں کی خو ہو یا نہو
ہم تو کہتے ہیں کرینگے آج اظہار کرم ۔۔۔ اس سے کچھ مطلب نہیں محفل میں تو ہو یا نہو
جانتے ہیں وہ چمن میں کثرت حسن گلاب ۔۔۔ موتیا بیلا چنبیلی نازبو ہو یا نہو
اب کسیکو اور کیا چاہیں گے ہم تیرے سوا ۔۔۔ حسن کی دنیا میں تجھسا خوبرو ہو یا نہو

شغل مے حسرت ہے روز ابر و باراں میں ضرور
صحن گلزار و کنار آبجو ہو یا نہو

ردیف ”ہ“

خلش خار سے خدا کی پناہ ۔۔۔ نگہ یار سے خدا کی پناہ
آچکی اب کسی کو شوق میں نیند ۔۔۔ تیرے اقرار سے خدا کی پناہ
پھر ہوا دل کو شوق شاہد مے ۔۔۔ ابر بسیار سے خدا کی پناہ
بڑھکے اشرار سے ہوں جنکے غرور ۔۔۔ ایسے احرار سے خدا کی پناہ

سامنا کون کرسکے حسرت ÷
اُن کی تلوار سے خدا کی پناہ ÷

خیال غیر حق دل سے مٹا دو یا رسول اللہ ۔۔۔ خرد کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسول اللہ
تجلی طور پر جس نور کی دیکھی تھی موسیٰ نے ۔۔۔ ہمیں بھی اک جھلک اسکی دکھا دو یا رسول اللہ
علی کا وہ جس سے ہوکے باب علم کہلائے ۔۔۔ وہ راز عشق ہمکو بھی بتا دو یا رسول اللہ
حسین ابن علی کے صبر لے جسکے مزے لوٹے ۔۔۔ ہمیں بھی اُس بلا کا حوصلا دو یا رسول اللہ

رہے حسرت نہ حسرت کو لقائے غوث اعظم کی
اُسے بغداد کا رستا دکھا دو یا رسول اللہ

دشمن شیوۂ وفا شدہ
کشتنم سہل گیر و عذر مخواہ
عشق اے شاہ عسر نیز داد
بہر بیماری ہوس مارا

(ق)

این جفا کردۂ خیر اشدہ
کہ سزاوار مرحبا شدہ
کہ بظاہر پئے جفا شدہ
چارۂ درد لا دوا شدہ

عاشقی پیشہ کردۂ حسرت
شاہ در کسوت گدا شدہ

ردیف "ی"

حسرت کشان درد ہیں تشنگان عاشقی
مطلوب آہ سرد ہیں محبوب رنگ زرد ہیں
پہلو عیاں ہیں پیار کے تشکلو عیاں اسکے
راحت سے دل گھبرائیگا رہ سکے غم یاد آئیگا

سیراب غم کر دے کہیں پیر مغان عاشقی
معشوق اہل درد ہیں یا ہم عاشقان عاشقی
آنسو ہیں چشم یار کے روح روان عاشقی
کیونکر بھلایا جائیگا عیش زمان عاشقی

سب راز حق افشا کیا حسرت یہ تو نے کیا کیا
ہمکو نکیوں سمجھا کیا ناقدر دان عاشقی

برکتیں سب ہیں عیاں دولت روحانی کی
شوق دیکھے تجھے کس آنکھ سے اے مہر جمال
مجھسے وہ سگ بھی ہے افضل جسے عزت ہو نصیب
وہ تبسم بھی قیامت ہے ترا بعد جفا

واہ کیا بات ہے اُس چہرۂ نورانی کی
کچھ نہایت ہی نہیں تیری درخشانی کی
آستان حرم یار پہ دربانی کی
تو نے دی ہو جسے خدمت نمک افشانی کی

رشک شاہی ہو نکیوں اپنی فقیری حسرت
کب سے کرتے ہیں غلامی شہ جیلانی کی

عقل سے حاصل ہوئی کیا کیا پشیمانی مجھے
عشق جب دینے لگا تعلیم نادانی مجھے

میری جانب ہے مخاطب خاص کر وہ چشم ناز
اب تو کرنی ہی پڑے گی دل کی قربانی مجھے

دیکھ لے اب بھی کہیں آکر جو وہ غفلت شعار
کس قدر ہو جائے مرجانے میں آسانی مجھے

عیش کی یارب مبارک ہو فراوانی انھیں
درد کی لذت رہے البتہ ارزانی مجھے

سیکڑوں آزادیاں اس قید پر حسرت نثار
جسکے باعث کہتے ہیں سب انکا زندانی مجھے

اور بھی ہوگئے بیگانہ وہ غفلت کر کے
آزمایا جو انھیں ترکِ محبت کر کے

بیچئے حوصلۂ شوق کی اب ہے یہ صلاح
بیٹھ رہیئے غمِ ہجراں پہ قناعت کر کے

دل نے پایا ہے محبت کا یہ عالی رتبہ
آپکے دردِ دوا کار کی خدمت کر کے

روح نے پائی ہے تکلیف جدائی سے نجات
آپکی یاد کو سرمایۂ راحت کر کے

چھیڑ سے اب وہ یہ کہتے ہیں کہ سنبھلو حسرت
صبر و تابِ دلِ بیتاب کو غارت کر کے

گھبرا کے تغافل سے تمنا ہے ستم کی
حالت کوئی دیکھے ترے مجبورِ الم کی

لاریب ترے شوق کا انجام فنا ہے
پیوستہ اسی راہ سے ہے راہ عدم کی

مخمورِ طرب ہے رہِ الفت میں تمنا
لوٹی ہیں بہاریں جو ترے نقشِ قدم کی

باطن میں تو راضی ہیں مگر خط میں بظاہر
اب ہے جو لڑائی وہ لڑائی ہے قلم کی

بے وجہ نہیں عشق میں خاموشی حسرت
منظور حفاظت ہے کسی رازِ اہم کی

مقرر کچھ نہ کچھ اسمیں رقیبوں کی بھی سازش ہے
وہ بے پروا الٰہی آج کیوں گرمِ نوازش ہے

پئے مشقِ تغافل آپ نے مخصوص ٹھہرایا
ہمیں یہ بات بھی منجملۂ اسبابِ نازش ہے

کہاں ممکن کسی کو باریابی انکی محفل میں
نہ اطمینانِ کوشش ہے نہ امیدِ سفارش ہے

کیا تھا ایک دن دل نے جو دعوئے شکیبائی
سوا تبک اُنکے نازِ دلبری کو ہے کاوش ہے

ہجومِ یاس نے بیدل کیا ایسا کہ حسرت کو
ترے آنے کی اب امید باقی ہے نہ خواہش ہے

۱۵ اپریل [illegible]

وہ جب یہ کہتے ہیں تجھسے خطا ضرور ہوئی
میں بیقصور بھی کہدوں کہ ہاں حضور ہوئی

نظر کو تابِ تماشائے حسنِ یار کہاں
یہ اس غریب کو تنبیہ بے قصور ہوئی

طفیل عشق ہے حسرت یہ سب ترے نزدیک
ترے کمال کی شہرت جو دور دور ہوئی

جولائی ۱۹۰۸ء علی گڑھ

تو سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی
دامنوں کی نہ خبر ہے نہ گریبانوں کی

جلوۂ ساغر و مینا ہے جو ہمرنگِ بہار
رونقیں طرفہ ترقی پہ ہیں میخانوں کی

ہر طرف بیخودی و بیخبری کی ہے نمود
قابلِ دید ہے دنیا ترے حیرانوں کی

آنکھ والے تری صورت پہ مٹے جاتے ہیں
شمعِ محفل کی طرف بھیڑ ہے پروانوں کی

اے جفاکار ترے عہد سے پہلے تو نہ تھی
کثرت اس درجہ محبت کے پشیمانوں کی

فیضِ ساقی کی عجب دھوم ہے میخانوں میں
ہر طرف مے کی طلب مانگ ہے پیمانوں کی

یاد پھر تازہ ہوئی حال سے تیرے حسرت
قیس و فرہاد کے گذرے ہوئے افسانوں کی

جون ۱۹۰۸ء علی گڑھ

مہیائے ترکِ تمنا نہیں ہے
دلِ زار ابھی تجھکو سمجھا نہیں ہے

قصورِ نظر ہے جو دیکھے نہ کوئی
کہاں ورنہ تو جلوہ آرا نہیں ہے

دلِ محوِ حیرت نے ابتک نہ جانا
کہ کیا ہے تری آرزو کیا نہیں ہے

ترا مجھپہ یوں خود بخود لطف کرنا
عجب ماجرا ہے جو دھوکا نہیں ہے

بصر کو کہاں تابِ دیدار حسرت
تجلی ہے اُنکی تماشا نہیں ہے

حالِ مجبوری دل کی نگراں ٹھہری ہے
دیکھنا وہ نگہِ ناز کہاں ٹھہری ہے

ہجرِ ساقی میں یہ حالت ہے کہ اب جائے سرور
بوئے مے وجہِ غمِ بادہ کشاں ٹھہری ہے

کیوں نہ معمورِ غمِ عشق ہو دنیائے خیال
شکلِ یار آفتِ ہر پیر و جواں ٹھہری ہے

جس طبیعت پہ ہمیں ناز خود آگاہی تھا
اب وہی شیفتۂ حسنِ بتاں ٹھہری ہے

یار بے نام و نشاں تھا سو اسی نسبت سے
لذتِ عشق بھی بے نام و نشاں ٹھہری ہے

خیر گزری کہ نہ پہنچی ترے در تک ورنہ
آہ نے آگ لگا دی ہے جہاں ٹھہری ہے

دشمنِ شوق کہے اور تجھے سو بار کہے
آمیں ٹھہرے گی نہ حسرت کی زباں ٹھہری ہے

ہوتی ہے روز بارشِ عرفاں مرے لیے
گویا بہشتِ عشق ہے زنداں مرے لیے

ناکامیٔ طلب میں کہ ہے جانِ عاشقی
گنجینۂ مراد ہے پنہاں مرے لیے

رہتی ہے روز اک ستمِ تازہ کی تلاش
بے چین ہے وہ فتنۂ دوراں مرے لیے

نزدیک ہے کہ شوق سنے وعدۂ وصال
لبہائے نازِ یار ہیں لرزاں مرے لیے

حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ
کافی ہے غوثِ اعظمِ جیلاں مرے لیے

جنوں نے دل سے وہ حس بھی مٹا دی
کرے جو امتیازِ رنج و شادی

سنا جب اُس نے کوئی شر اٹھایا
مری ایذا پسندی نے دعا دی

شبِ معراجِ مردانِ خدا ہے
بقولِ شیخ روزِ نامرادی

مجازی عشق بھی اک شے ہے لیکن
ہم اس نعمت کے منکر ہیں عادی

کبھی بھی جاں نثاری کی جو حسرت
وہ یارے کر کے بھی ہمنے دکھا دی

کیا کام انھیں پرسشِ اربابِ وفا سے
مرتا ہے تو مر جائے کوئی اُن کی بلا سے

مجھ سے بھی خفا ہو مری آہوں سے بھی برہم
دامن کو بچاتا ہے وہ کافر کہ مبادا
دیوانہ کیا ساقی محفل نے سبھی کو
اک یہ بھی حقیقت میں ہے شان کرم انکی
آگاہ غم عشق نہیں وہ شہ خوباں

۱۱ جون ۲۴ء سابرمتی جیل احمد آباد

تم بھی ہو عجب چیز کہ لڑتے ہو ہوا سے
چھو جائے کہیں پائے خون شہدا سے
کوئی نہ بچا اس نگہ ہوش ربا سے
ظاہر میں جو رہتے ہیں وہ ہر وقت خفا سے
اور یہ بھی جو ہو جائے فقیروں کی دعا سے

قائل ہوئے رندان خرابات کے حسرت
جب کچھ نہ ملا ہم کو گروہ عرفا سے

چلی سابرمتی میں آج کیا ہی
ہوائے التفات شاہ جیلاں
بیکدم دیدیا دینا تھا جو کچھ
شہ عبد الصمد[51] کا واسطہ تھا

۴ اگست ۲۳ء سابرمتی جیل احمد آباد

نسیم رحمت و لطف الٰہی
ہوا پیدا بشان کج کلاہی
دکھادی شان حسن کم نگاہی
نہ کیونکر سر حق کھلتا کماہی

دل حسرت ہوا معمور انوار
شہ رزاق[52] دیتے ہیں گواہی

ہجر میں یاد یار آتی ہے
بالش آرزو سے آج تلک
کوئے جاناں سے روح اہل غرور
چمن جاں میں پھر بقید فرنگ

۴ مئی ۲۴ء سابرمتی جیل احمد آباد

راحت غم شکار آتی ہے
شوق کو بوئے یار آتی ہے
بنکے طاعت گزار آتی ہے
عاشقی کی بہار آتی ہے

انکی محفل سے آرزو حسرت
ہو کے یکسر فگار آتی ہے

ہے عشق میں حال کی خرابی
صبح شب وصل تھا ہم کو

۱۰ مارچ ۲۴ء ۲۶ ۱۳۹۹ھ

عاشق کو نوید کامیابی
اے مائل ناز و نیم خوابی

۵۱ حضرت سید شاہ عبد الصمد خدانما احمد آبادی۔ ۵۲ حضرت شاہ عبد الرزاق لکھنوی فرنگی محلی

حیرانِ جمالِ یار ہے عقل — سرمستِ شراب ہے شرابی
پنہاں ہے عیانیوں میں اپنی — وہ زیرِ حجاب بے حجابی

حسرت بہ رباعیات موزوں
خیام سے کم نہیں سحابی

بجا ہے دل زار کی ناصبوری — کہاں تک اٹھائے کوئی رنجِ دوری
رعایت جو اس شوخ کی تھی ضروری — خطا بن گئی خود مری بیقصوری
وہ ملتی ہی سے اڑا لیں گے مطلب — کہیں شوق نے کی نہ بات پوری
محبت نے کی دل میں وہ آگ روشن — کہ ہم ہو گئے جسمِ خاکی سے نوری
بہرحال گرویدۂ حسن ہیں ہم — جمال البشر معنوی ہو کہ صوری
تمنا نے کی خوب نظارہ بازی — مزا دے گئی حسن کی بے شعوری

نہ چھوٹا نہ چھوٹے دو یارِ حسرت
بہت ہمنے چاہا نہیں کانپوری

آسان حقیقی ہے نہ کچھ سہل مجازی — معلوم ہوئی راہِ محبت کی درازی
کچھ لطف و نظر لائق و ملزوم نہیں ہیں — اک یہ بھی تمنا کی ہو شعبدہ بازی
دل خوب سمجھتا ہے ترے حرفِ کرم کو — ہر چند وہ اردو ہے نہ ترکی ہے نہ تازی
قائم ہے نہ وہ حسن رخِ یار کا عالم — باقی ہے نہ وہ شوق کی ہنگامہ نوازی
اے عشق تری فتح بہرحال ہے ثابت — مر کر بھی شہیدانِ محبت ہوئے غازی
کر جلد کہیں ختم بھلا اے غمِ جاناں — کام آئیگی کس روز تری سینہ گدازی

معلوم ہے دنیا کو یہ حسرت کی حقیقت
خلوت میں وہ میخوار ہے جلوت میں نمازی

مرا ایماں عجب کیا ہے جو یابانِ تصوف ہے — تصوف جانِ مذہب عاشقی جانِ تصوف ہے

گنہ اپنا نہیں ثابت خطا کے پھر بھی ہیں قائل — ادب کا ہے یہی شیوہ یہی شانِ تصوف ہے
ادب اک دوسرا ہے نامِ عشق روح پرور کا — جو رامِ عشق ہے جو زیرِ فرمانِ تصوف ہے
تعلقِ حسن ذوق ہیں یہی ہے اُلعشق اشواتکا — یہی تو اصلِ دین و رمزِ پنہانِ تصوف ہے

[illegible]

گذر کر راہِ بیجا پیچ قدر و جبر سے حسرت
یقین اپنا مقیمِ شہرِ عرفانِ تصوف ہے

اگر شوق کی رہنمائی نہو گی — تو اُن تک ہوئی ہے رسائی نہو گی
شبِ ہجر کیونکر کٹے گی جو یارب — تصور کی راحت فزائی نہو گی
بغیر اُنکے دم بھر نہیں چین دلکو — کبھی اُنسے گویا جدائی نہو گی
پڑیگی نظر تیری کاہے کو ہم پر — اگر بر سرِ دلربائی نہو گی
خرد کے لئے مایۂ فخر ہوگا — دیارِ جنوں کی گدائی نہو گی
رہِ عشق سے روح مانوس ہوکر — اب اس دامِ غم سے رہائی نہو گی
تراوہم ہوگا سر بزم ہمنے — کبھی آنکھ تجھ سے لڑائی نہو گی
وہ بگڑے ہیں تو ہم بھی جا بیٹھنگے آخر — لڑائی ہوئی ہے صفائی نہو گی؟

[illegible]

ستم کرکے ناحق وہ نادم ہیں حسرت
کہ ہم سے کبھی بے وفائی نہو گی

ہیں وہ با وصف شانِ خودکامی — جانِ محبوبی و دلارامی
کامیاب کمالِ عشق ہے دل — باوجودِ حصولِ ناکامی
عاشقی میں ہے زیبِ فرقِ جنوں — طرۂ افتخارِ بدنامی
ہمنے بیباک اُنکو روک لیا — پختہ کاری سے بڑھ گئی خامی
بنگیا ہے فراقِ یار میں شوق — خلشِ انتظار کا حامی
پڑ کے اکبار چھوٹتی ہے کہاں — عادتِ مستی و مے آشامی

[illegible]

حسرت اردو میں ہے غزل تیری
پر تو نقش سعدی و جامی

۱۷، ۱۸ مارچ سنہ ۱۷ء یرودا جیل پونا

ترے درد سے جسکو نسبت نہیں ہے
وہ راحت مصیبت ہے راحت نہیں ہے

جنون محبت کا دیوانہ ہوں میں
مرے سر میں سودائے حکمت نہیں ہے

ترے غم کی دنیا میں اے جانِ عالم
کوئی روح محروم راحت نہیں ہے

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنسکر
وہ بولے کہ اسکی اجازت نہیں ہے

جھکی ہے ترے بارِ عرفاں سے گردن
ہمیں سر اُٹھانے کی فرصت نہیں ہے

یہ اُس روے رنگیں کا ہے ایک پر تو
بہار طلسم لطافت نہیں ہے

ترے سر فروشوں میں ہے کون ایسا
جسے دل سے شوق شہادت نہیں ہے

تغافل کا شکوہ کروں اُنسے کیونکر
وہ کہدینگے تو بیمروت نہیں ہے!

وہ کہتے ہیں شوخی سے ہم دلربا ہیں
ہمیں دلنوازی کی عادت نہیں ہے

شہیدانِ غم ہیں سبکر و ح کیا کیا
کہ اُس دل پہ بارِ ندامت نہیں ہے

نمونہ ہے تکمیل حسن سخن کا
کہ سہ باری طبع حسرت نہیں ہے

۲۰ مارچ سنہ ۱۷ء یرودا جیل پونا

روشن جمالِ یار سے دنیائے عشق ہے
گویا شرابِ حسن بہ مینائے عشق ہے

اہل ہوس کو بھی سر و سودائے عشق ہے
یہ کفر ہے یہ دعوی بیجائے عشق ہے

محمل نشینِ درد جو لیلائے عشق ہے
سوز و گداز مذہب دنیائے عشق ہے

اے ترک حسن ادھر بھی کہیں جلد کر گزر
غارت کے انتظار میں کالائے عشق ہے

کہتی ہے عقل دین بھی دنیا بھی کر طلب
ان سب سے منہ کو موڑ یہ ایمائے عشق ہے

پہنچا ہے جذب دل کا کہاں سے کہاں اثر
اربابِ حسن کو بھی تمنائے عشق ہے

مستی ہے اصطلاحِ محبت میں آگہی
بیگانۂ خرد ہے جو دانائے عشق ہے

میں کیا ہوں ایک ذرۂ صحرائے اشتیاق
ظاہر ہے بیقراریٔ پیہم سے حالِ دل
مدت کے بعد پھر وہ ہوے مائلِ کرم

دل کیا ہے ایک قطرۂ دریائے عشق ہے
بیکار ہمکو دعویٔ اخفائے عشق ہے
یہ بھی تو اک طریقۂ احیائے عشق ہے

حسرت کو پائے بندیٔ ایماں ہے کیا غرض
وہ کافرِ جمال ہے ترسائے عشق ہے

اک اُنکے سوا جب تھے ہم کسی کے
سرِ شام وہ جائے نوشی کی صحبت
وہ رنگینیٔ بزمِ احباب شوکت
وہ برق و تجمل کی ہنگامہ کوشی

الٰہی وہ دن کیا ہوے عاشقی کے
وہ موقع نظربازی و شاعری کے
وہ سامان ثاقب کی دلبستگی کے
وہ اظہار بیفکری و بےغمی کے

[illegible]

وہ حسرت علیگڈھ کا عہدِ فراغت
وہ راتیں نمائش کی دن فروری کے

وہ چپ ہوگئے مجھسے کیا کہتے کہتے
مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے
شبِ غم کس آرام سے سوگئے ہم
یہ کیا پڑگئی خوے دشنام تمکو
خبر اُنکو ابتک نہیں مرمٹے ہم
عجب کیا جو ہے بدگماں سب سے واعظ

کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے
ترے حسن کو بیوفا کہتے کہتے
فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے
مجھے ناسزا بر ملا کہتے کہتے
دلِ زار کا ماجرا کہتے کہتے
بُرا سنتے سنتے بُرا کہتے کہتے

[illegible]

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت
کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

آہ دلِ عشاق نواساز نہیں ہے
زنہار اگر لطف سلے سیرِ چمن کا

اس نغمۂ جانسوز میں، آواز نہیں ہے
ساتھ اپنے جو وہ سروِ سرافراز نہیں ہے

[illegible]

مجموعۂ خوبی ہوئی عشاق کی سیرت
یہ کیا ہے اگر حسن کا اعجاز نہیں ہے

گرویدگی شوق ہوئی اپنی مسلّم
یوں ہے کہ اب انکو بھی سرناز نہیں ہے

منظور غم ہجر ترقی ہے طلب کی
تقدیر عبث تفرقہ پرواز نہیں ہے

محسود ہے کون آج گروہ شہدا کا
حسرت کو وہ کہتے تھے کہ جانباز نہیں ہے

پہلے کہیں خدا اسے شوق شکار دے
پھر یہ کہ وہ ہمیں کو نشانا قرار دے

کا ہیکو ملتے پائیں تمنا کی شورشیں
ہمکو جو بیش و کم پہ خدا اختیار دے

ساقی کو شوق ہے کرم بیحساب کا
ساغر عجب نہیں جو ہمیں بیشمار دے

کیا کیا نہ یاد یار سے ہوں شرمسار ہم
فرصت کبھی جو کشمکش روزگار دے

سب اسکے آگے ہیچ ہیں دنیا کی راحتیں
پروردگار دے تو غم عشق یار دے

عاشق کے رنگ زرد پہ خونبار ہیں فراق
دیکھیں کبھی وہ آکے تو کیا کیا بہار دے

حسرت سے کہتے ہیں وہ بتا اپنی آرزو
اب کیا انھیں جواب یہ ناکردہ کار دے

مرید آپکے اہل صفا کے پیر ہوئے
جو تھے فقیر امیروں کے وہ امیر ہوئے

ضیائے روح کا ان روشنوں کے کیا کہنا
سراج نور نبوت سے جو منیر ہوئے

کبھی ہیں ہو نہ سکا منتشر جفائے عدو
وہ کہہ چکے تھے کہ ہم تیرے دستگیر ہوئے

غرض انھوں نے بہرحال کی خبرگیری
کبھی معین رہے وہ کبھی نصیر ہوئے

تمام جھگڑوں بکھیڑوں سے ہوگئے آزاد
حضور آپ کے جسدن سے ہم اسیر ہوئے

ہماری نہ صوم بھی دنیائے عاشقی میں ہوئی
وہ جب سے عالم خوبی میں بینظیر ہوئے

غلام حضرت رزاق کیا ہو ئے حسرت
کہ آپ نام خدا عاشقوں کے میر ہوئے

ہم پر جنوں کی تہمت بیجا ابھی سے ہے
ہنگامۂ بہار کا غوغا ابھی سے ہے

وعدے کی شب ہجوم تمنا ابھی سے ہے
سرگرم کار خاطرِ شیدا ابھی سے ہے

حالانکہ ابتدا ابھی ہنین ہے شباب کی
انکو کمال حسن کا دعوے ابھی سے ہے

آنے ہیں اُنکے دیر ہے لیکن شبِ وصال
پیش نظر وہ چہرۂ زیبا ابھی سے ہے

اے عشق تازہ کار تری ابتدا کو ہم
جب سوچتے ہیں کہتے ہیں گویا ابھی سے ہے

برسیگا حُسن بہار میں اے پیر میفروش
تیری دکان بادہ کا چرچا ابھی سے ہے

کھیں ہوس یہ دوری منزل سے کیا بنے
جسکا خیال حوصلہ فرسا ابھی سے ہے

اہل نظر کا قول یہی ہے کہ ہمیشہ اے
تیرا جمال اے گل رعنا ابھی سے ہے

(۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء بمقام یروڈا جیل پونا)

حسرت کو شام وصل ہے پاسِ حیائے یار
گو شوق پائبوس کا ایما ابھی سے ہے

عاشق کو ہوئی فنائے فانی
پیغام حیات جاودانی

ہے کثرت شوق کا نتیجہ
آنکھوں کی یہ آرزو فشانی

تھی انکی نگاہِ بے نگاہی
اک طرفہ ادائے دلستانی

پھر آج وہ بر سر کرم ہیں
از راہِ کمال مہربانی

پھر گلشن آرزو میں گویا
آئی ہے بہار کامرانی

بیٹھے ہیں وہ روٹھکر جو ہمسے
چمکا ہے جمال سرگرانی

کچھ ایسے جدا ہوئے کہ ہمسے
پھر مل نہ سکا وہ یار جانی

کچھ داغ فراق کے علاوہ
ہم اور نہ دے چلے نشانی

(۲۸ جولائی ۱۹۲۳ء بمقام یروڈا جیل پونا) (ق)

اردو میں کہاں ہے اور حسرت
یہ طرز نظیری و فغانی

علیؑ کے لال زہراؑ کے دلارے
رسولؐ اللہ کی آنکھوں کے تارے

مونسِ شیوۂ خلقِ حسنؓ کے — نمایاں ہیں تری سیرت میں سارے

حسینؓ ابنِ علی کی شانِ تسلیم — تری جانب کو کرتی ہے اشارے

کبھی اے بادشاہِ اہلِ عرفاں — نظر ہمپر بھی اک ہوجائے بارے

کسیکی اور کیا پروا ہو اُنکو — جنھیں کافی ہوے تیرے سہارے

بھلا ساقی کوئی دن فصلِ گل کے — جدائی میں تری کیونکر گزارے

کرو حسرت حضورِ میر بغداد
جمالِ نورِ مطلق کے نظارے

[illegible]

گمرہوں کی رہنمائی کیجئے — یا علیؑ مشکلکشائی کیجئے

کچھ ہمیں بھی اے امیرِ اولیا — دیجئے پاسِ گدائی کیجئے

خواہش ظاہر سے باطن کی طرف — اہلِ دل کی دلربائی کیجئے

با عطاے دولتِ قربِ قبول — چارۂ دردِ جدائی کیجئے

جانِ حسرت ہے گرفتارِ مجاز
حکم الغام رہائی کیجئے

ترکِ شان کج ادائی کیجئے — آئیے ہمسے صفائی کیجئے

سرخرو کرکے ہمیں عشاق میں — شہرۂ گلگوں قبائی کیجئے

اُن سے کرکے شکوۂ جور و جفا — مرتے دم کیا بے وفائی کیجئے

بدمزاج اے پاسباں کو ہے دوست — تجھسے کیونکر آشنائی کیجئے

ہمکو حسرت ہے یقینِ قربِ دوست
آپ خوفِ نارسائی کیجئے

[illegible]

کیا کیا نہ ہجر میں ترے ناشاد کرچکے — اب یہ سمجھ کے چُپ ہیں کہ وہ یاد کرچکے

کہتے ہیں اب وہ تیری گزارش ہے نامقبول — اکبار کرچکے جو ہم ارشاد کرچکے

نادم وہی تو آج ہیں کل پر بنائے ناز
خاکِ شہیدِ عشق جو برباد کر چکے

رنگیں طراز یاں ہیں غضب اشک سرخ کی
جو دامنِ جنوں پہ ہم ایجاد کر چکے

حسرت وہ اب ہوئے بھی تو کیا مائل کرم
جب ختم ساری مشقِ بیداد کر چکے

تیری جفا بھی ہے وفائے بکمالِ دلبری
تیرے ستم سے دیتے ہیں لوگ مثالِ دلبری

بات ہے تیری حیلہ جو صرف بنازِ گفتگو
چال ہے تیری فتنہ جو مست بحالِ دلبری

اہلِ کمال کی نظر محوِ ثنا ہے دیکھکر
چہرۂ حسنِ یار پر ندرتِ خالِ دلبری

ہر سپہرِ حسن ہو باخط و خالِ گلرخی
ماہِ تمام ناز ہو با سن و سالِ دلبری

اسکے سوا کہ ہے یہ خو وصفِ بتانِ ماہرو
کچھ بھی جو جانتا ہو تو کیا ہے مآلِ دلبری

ذات پہ جنکی ختم تھا شیوۂ جور بے ملا
آج ہیں بر سرِ وفا پھر یہ خیالِ دلبری

حسرتِ پاکباز کے گریۂ شوق سے رہے
تازہ یوں ہی خدا کرے تیرا نہالِ دلبری

کسقدر دشوار تھی ہم پر جدائی آپ کی
بارے پھر اللہ نے صورت دکھائی آپ کی

شوق پر اب تک نہیں ثابت رکھائی آپ کی
کسقدر چالاک ہے بے اعتنائی آپ کی

رہ گئی اہلِ ہوس میں یادگارِ حسن و عشق
نازبرداری ہماری دلربائی آپ کی

بدگماں کاہے کو ہوتا آپ کا حسنِ غیور
ہم نے کیوں تصویر آنکھوں سے لگائی آپکی

مجھ سے یہ اکثر کہا کرتا ہے وہ مغرورِ ناز
دیکھیے بنتی ہے کب تک پارسائی آپ کی

آپ کو آتا رہا میرے ستانے کا خیال
صلح سے اچھی رہی مجھ کو لڑائی آپ کی

عرض کرکے حالِ دل کسدر جے ہیں محجوب ہم
دیکھ کر غصے میں صورت تمتمائی آپ کی

مجھکو جو آتی ہے وہ یاد رہے خوشبوئے حسن
ورنہ تو شستِ عطر میں کس نے لبسائی آپ کی

گلشنِ اُمید میں چلنے لگی بادِ بہار
یا سواری میرے دروازے پہ آئی آپ کی

پھول بیٹھے کیا الٰہی کیا کریں اس دل کو ہم
ہجر میں پھر یادِ جس دل نے دلائی آپ کی

فرق اور فرقِ زمین و آسماں آیا نظر
لے نوازِ عاشقی لے نغمہائے حسن میں
ربط جب دیکھا کہ غیر و نے بڑھایا آپنے
دل کہ مالا مالِ غم تھا کتنی بیدردی کیا کھینچ
آپکے وعدے کی شب کھا کر فریب آئے نو

شکل جب تصویرِ یوسف سے ملائی آپکی
بار بار آواز کانوں کو سنائی آپکی
رفتہ رفتہ ہے بھی چاہت گھٹائی آپکی
ہنسنے رو رو کر وہ سب دولت لٹائی آپکی
سیج کس کس شوق سے ہنسنے سجائی آپکی

جس سے حسرت ہوگئی زیر و زبر بزمِ سماع
کس قیامت کی غزل مطرب نے گائی آپکی

عقدہ وصالِ یار کا حل ہو تو جانئے
تمکین و قہرِ یار میں مشکل ہے امتیاز
کیونکر کھلے ہوئے ہیں وہ کس بات پر خفا
رہتی ہے یوں تو غیر سے روز اُنکی چھیڑ چھاڑ

خوف و خلوص و علم و عمل ہو تو جانئے
غصے سے ابرؤں پہ جو بل ہو تو جانئے
کچھ بھی جو بیرخی کا محل ہو تو جانئے
کچھ واقعی بھی رد و بدل ہو تو جانئے

حسرت یہ رنجِ ہجر یہ قید اور یہ جورِ غیر
اس کشمکش میں آج غزل ہو تو جانئے

تراوش کرتی ہیں رنگینیاں سب اپنے مضمونسے
بلا سے کثرتِ عشاق سے ناحق ہے بیزاری
غرور اپنا نہیں بیجا کہ نسبت ہے برابر کی
اثر دیکھے تو کوئی حسنِ لیلا نے تصور کا

عبارت ہے یہ اُس جانِ جہاں کی شوقِ موزونسے
شکایت کیجئے اپنے جمالِ روز افزوں سے
تمہاری زلفِ ابتر کو ہمارے بختِ وارونسے
قیافہ شوق کا ملنے لگا تصویرِ مجنوں سے

چمن میں جوشِ گل کی کھنچگئی تصویر جب حسرت
ملی ساغر کی سبزی سرخیٔ صہبائے گلگوں سے

خبر کیا تھی ترے عزمِ سفر کی
وہ عاشق مجھسے پہلے تھے کہ انکو

روانی رک چکی اب چشمِ تر کی
خبر تھی میرے شوقِ بیخبر کی

مری محرومیوں کا حال سنکر — انھیں اب فکر ہے ردِ اثر کی
بھلا حوروں کی زینت میں یہ ستی — کہاں سے آئیگی حسنِ بشر کی
وہ ہیں مجبورِ نازِ دلربائی — کیے دیتی ہے بیباکی نظر کی
دلِ آگاہ کو اے حسنِ بے سوا — تری خواہش نہ کرنی تھی مگر کی

خیالِ یار میں حسرت شبِ ہجر
عجب آرام سے ہمنے بسر کی

گلشن میں نہ دل بلبلِ ناکام لگائے — پنہاں ہیں صیاد بھی ہے دام لگائے
یہ بات عجب عادتِ انساں میں ہے داخل — تقدیر کا خود کرکے خطا نام لگائے
مسجد میں کہیں محوِ عبادات ہیں زاہد — جنت کی دلوں کو طمعِ خام لگائے
بیٹھا ہے کہیں راہِ خراباتِ مغاں میں — دکان ہوس کوئی مے آشام لگائے

ہر حال میں راضی برضا ہم ہیں کہ حسرت
کیا دخل جو انپر کوئی الزام لگائے

اُنسِ وصالِ یار کی معذور ہو چکی — اب ہم سے خدمتِ دلِ رنجور ہو چکی
ملکر چلی ہے مغفرتِ حق ہیں کہاں — جنت میں ہم سے عاشقیِ حور ہو چکی
دستور کے اصول مسلم ٹھہر چکے — شاہی بھی برامِ غلبۂ جمہور ہو چکی
سرمایہ دار خوف سے لرزاں ہیں کیوں نہ ہوں — معلوم سب کو قوتِ مزدور ہو چکی

اور آپ اس سے چاہتے کیا ہیں سوائے سوز
حسرت یہ نارِ عشق سے یہ نور ہو چکی

منحصر وقتِ مقرر پہ ملاقات ہوئی — آج یہ آپکی جانب سے نئی بات ہوئی
دلِ مشتاق میں اک شوق کا طوفاں اٹھا — وعدۂ وصل کا دن ختم ہوا رات ہوئی
مذہبِ عشق میں ناکامئ جاوید کی خو — فرض منجملۂ احکامِ عبادات ہوئی

حسن کی نیم نگاہی بھی تمنا کے لیے
موجب فخر ہوئی وجہ مباہات ہوئی

دم آخر وہ ملے بھی تو ملے کیا حسرت
کھیت جب سوکھ چکے اپنے تو برسات ہوئی

شوق کہاں آرزو سے شوق ہے
جس سے جہاں ہستی ذوق ہے
درجہ ترے عشق فسوں کار کا
حسن کے رتبے سے بھی مافوق ہے

گردن حسرت میں پئے امتیاز
خوب غلامی کا ترے طوق ہے

آنکھ تیری بھی تا سحر نہ لگے
عاشقوں کی کہیں نظر نہ لگے
وہ بھی کورنش ہے کوئی جسکے لئے
انکے قدموں سے جھک کے سر نہ لگے
یہ بھی ہے ماننے کی بات کوئی
مر مٹیں ہم تمھیں خبر نہ لگے
ہمت اتنی دل ہوس میں کہاں
کہ اُسے تیری ضد سے ڈر نہ لگے

شجر شوق ہے ترا وہ شجر
جس میں حسرت کبھی ثمر نہ لگے

ہر دم رضائے یار سے نزدیک ہم رہے
امیدوار وعدۂ تعطیک ہم رہے
تحریک حریت کو جو پایا قرین حق
ہر عہد میں معاون تحریک ہم رہے
خلق خدا کو مان سکے شرکت کا مستحق
در باب ملک منکر تملیک ہم رہے
دشوار تھا بغیر یقین روح کا سکوں
اچھا ہوا کہ دشمن تشکیک ہم رہے

ہر حال ہر خیال میں ہر اعتبار سے
حسرت مطیع عشق رہے ٹھیک ہم رہے

باقی ہے جو کچھ خلش درد کبھو کی
اب تک یہ مرے دل میں امانت ہے کسو کی
مقصد ہے جلانا بھی اُسکو کبھی مجھکو
خاطر تجھے منظور ہے میری نہ عدو کی

ارزانی مے حسن کے ترے دور میں ساقی
قائم ہے بیک حال مرے درد جگر میں

ہر دل میں ہوس عام ہوئی جام و سبو کی
قدرت نہ فنا کی ہے نہ قوت ہے نمو کی

بیزار ہوں میں زخم دل زار سے حسرت
ابتک اسے کیوں یعنی تمنا ہے رفو کی

(۱) تخمیس شعر عراقی (۱۵ فروری ۲۴ء)

نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے آشنائی
مجھے صوم سے ملا کچھ نہ نماز راس آئی

دو جہاں سے منھ کو موڑا انہیں یاد کیا لگائی
صنما رہ قلندر سزد ار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

(۲) رباعی در وصف توفیق الٰہی (۲۱ دسمبر ۲۳ء)

ہو کر ہی رہا ہمیشہ میرا چاہا
توفیق اسے کہتے ہیں کہ جا چاہا بھی وہی

جب جو مرے دل نے تجھ سے چاہا چاہا
میں نے جو کچھ اس نے مجھ کو دینا چاہا

(۳) رباعی دیگر

بیباک رہیں فکر اسیری نہ کریں
ہم کیا ہیں بساط کیا ہماری حسرت

یوں فاقہ و فقر میں امیری نہ کریں
غوث الاعظم جو دستگیری نہ کریں

کرم بھی ترا یادگارِ وفا تھا — ترا جور بھی ہے نشانِ محبت
جنان آفرین تھی بہار تمنا — بہار آفرین ہے خزانِ محبت
جو سرگشتۂ یاس و حیرانِ غم ہو — وہی عقل ہے کاروانِ محبت

نہ ہے قبلۂ دین و ایمانِ حسرت
خوشا رتبہ آستانِ محبت

سرِ شانِ کبریا صلّ علےٰ محمدؐ — آئینۂ خدا نما صلّ علےٰ محمدؐ
ب نازِ عارفان باعثِ فخرِ صادقان — سرور و خیر انبیا صلّ علےٰ محمدؐ
عشقِ دلکشا مقصدِ حسنِ جانفزا — صورت و سیرتِ خدا صلّ علےٰ محمدؐ
دلِ شکستگان، پشت پناہ خستگان — شافعِ عرصۂ جزا صلّ علےٰ محمدؐ

حسرت اگر رکھے ہے تو بخشش حق کی آرزو
وردِ زبان ہے صدا صلّ علیٰ محمدؐ

وفا تجھسے اے بیوفا چاہتا ہون — مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہون
تری آرزو ہے اگر جرم کوئی — تو اس جرم کی مین سزا چاہتا ہون
وہ مجھکو برا جانتے ہین تو جانین — مین اسیر بھی اُنکا بھلا چاہتا ہون
تجھے خیل خوبان سے لے جانِ خوبی — جدا جانتا مانتا چاہتا ہون
مین بیمارِ غم ہون مداوائے غم کو — ترے در کی خاکِ شفا چاہتا ہون
نصیحتگرون کی ملامت سے بیغم — میں اُس شوخ کو برملا چاہتا ہون
جسے بے بتائے وہ خود جانتے ہین — جو مین اپنے حق مین دعا چاہتا ہون
ہے زلف و رخ کے تصور کی نعمت — شب و روز صبح و مسا چاہتا ہون

میں اُس طرہ زلفِ مشکین کو حسرت
پئے غارتِ جان دوتا چاہتا ہون

اف نہیں شکوۂ بیداد نہین — کچھ نہین تیری تمنا کے سوا یاد نہین
ت کی خوشبو ہے دو عالم کی مراد — آہ وہ نکہتِ بہار کہ برباد نہین

بیان عرب کا زبانِ عجم سے

ترے غم نے مرو جب دل سے چاہی ۔ مٹی سب ظلمتِ عصیاں کی سیاہی
ہوئے سے رہنمائے منزلِ حق ۔ جنونِ شوق کی گم کردہ راہی
ترے مستوں کی اے سلطانِ مستاں ۔ گنہگاری ہے عین بیگناہی
متاعِ عقل ہے مشتاقِ غارت ۔ ادھر بھی ایک ایمائے تباہی

غلام خواجۂ اجمیر حسرت
بجا ہے گر کریں دعوائے شاہی

طلب عادت نہیں اہل رضا کی ۔ یہ لغزش تھی زبان مدعا کی
عبارت ہے مرے ذوقِ فنا سے ۔ اشارت اُس نگاہ آشنا کی
کرم اُس جان ارباب وفا کا ۔ مرے حق میں ہے پیغام بقا کی
بقدر شوق ارباب نظر ہے ۔ ترقی اُس کے حسن خود نما کی
عبادت بندگی ہے عاشقوں کو ۔ حکایت اُس جمال دلربا کی
اب اُن آنکھوں میں ہے صبح شبِ وصل ۔ نہ شوخی کی نہ گنجائش حیا کی

سبب حسرت ہوئی فیضان حق کا
نظر لطف کبیر الاولیا کی

ے حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی

یاد مشہد کوئے یار آنے لگی ۔ آرزو کو بوئے یار آنے لگی
لطف یاں اندر ہوائے حسن یار ۔ تا رخ نیکوئے یار آنے لگی
شوق تا مجنوں ہوس ہونے لگا ۔ نکہت گیسوئے یار آنے لگی
حسن کی تنویر عقیدت بے شمار ۔ ہر طرف سے سوئے یار آنے لگی

زخم دل دیکھا تو حسرت ہم کو یاد
قوت بازوئے یار آنے لگی